بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

ارشادات حضرت فاروق اعظمؓ

عبدالرشید انصاری

اگر غیب داں کے دعوے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اعلان کرتا کہ پانچ اشخاص جنتی ہیں ۱۔ وہ محتاج جو صاحب عیال ہو لیکن صبر کرتا ہو ۲۔ وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو ۳۔ وہ عورت جس نے اپنے خاوند کو حق مہر معاف کردیا ہو ۴۔ وہ بیٹا جس کے ماں باپ اس سے راضی ہوں ۵۔ وہ شخص جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے۔

- توبۃ النصوح اس کا نام ہے کہ برے فعل سے ایسی توبہ کرے کہ پھر کبھی اس کا ارتکاب نہ ہو۔
- ایمان اس کا نام ہے کہ انسان خدائے وحدہٗ لاشریک کو دل سے پہچان کر زبان سے اقرار کرے اور حکم شرع پر عمل کرے۔
- جب تم کسی عالم دین کو دنیا کی طرف مائل پاؤ تو یقین کرلو کہ وہ دین کے بارے میں قابل الزام ہے کیونکہ اصول ہے کہ جو شخص جس چیز سے پیار کرتا ہے وہ اسی کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔
- اگر میں اپنی محنت اور کوشش سے اپنے لئے روزی تلاش کرتے ہوئے مر جاؤں تو میں اسے اس سے زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ غازی ہو کر مروں۔
- جاہل و دنیا دار کو علم دین پڑھانا ڈاکو کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے۔
- کسی شخص کی دینداری پر اس وقت تک اعتماد نہ کرو جب تک طمع کے وقت اسے آزما نہ لو۔
- جو عیب سے مطلع کرے وہ اصل دوست ہے اور منہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔

19/9/7

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

جلد ۔۔۔ ۱۹
شمارہ ۔۔۔ ۲۹
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ
۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

فی شمارہ ۴۰ پیسے

اَحَادِیثُ الرَّسُولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

درود شریف کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا" (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ رب العزت اس پر اس کے بدلے میں دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا۔ پھر بھی اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر کو عید اور خوشی کی جگہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ اس لیے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔ خواہ تم کہیں بھی ہو۔ ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عَنْ فَضَالَۃَ ابْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُوْ فِیْ صَلٰوتِہٖ لَمْ یُمَجِّدِ اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "عَجِلَ ھٰذَا" ثُمَّ دَعَاہُ فَقَالَ لَہٗ اَوْ لِغَیْرِہٖ: "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ مگر نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس شخص نے جلدی کی۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا یا اس کے علاوہ کسی اور سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کے ساتھ ابتدا کرے پھر اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (کیونکہ جب تک دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف نہ پڑھے گا دعا قبول نہ ہوگی) اس حدیث کو امام داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ "قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام کس طرح بھیجا جائے۔ اس کو تو ہم نے جان لیا ہے لیکن آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات کہہ لیا کرو (ترجمہ) کہ اے اللہ! درود بھیج محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ جس طرح درود بھیجا تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اے اللہ! برکت کر حضرت محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ جس طرح تو نے برکت کی ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تو ہے تعریف کیا گیا بزرگ۔ (بخاری ومسلم)

حدیث!

حدیث کیا ہے جناب رسولؐ کا ارشاد
کلام پاک کی تشریح، دین کی بنیاد
رموزِ حکمت و خیر کثیر سے لبریز
معارف اور حقائق کی دلنشیں روداد

(مضطر گجراتی مرحوم)

عرب اسرائیل جنگ کا پس منظر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود

معزز قارئین! ہم سب کے لیے یہ بات باعث فخر اور موجب سعادت ہے کہ حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہ کی زندہ جاوید تبلیغی یادگار ہمارے محبوب جریدہ خدام الدین کے لیے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری شیخ الحدیث مفتی اعظم مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی نے لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو علم و فضل، زہد و ریاضت فکر و نظر، تفقہ فی الدین اور فہم سیاست کی جو قائدانہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں وہ انھی کا حصہ ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ "عرب اسرائیل جنگ کا پس منظر" کے زیر عنوان آپ کے رشحات خدام الدین کے ادارتی کالموں میں خدائے ذوالمنن کی ہزار حمد و توصیف اور حضرت مفتی صاحب کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں

عرب اسرائیل جنگ اگرچہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ایک قرارداد کے نتیجہ میں بند کر دی گئی ہے۔ لیکن اسرائیل کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حالات اب بھی کشیدہ ہیں اور مشرق وسطےٰ بدستور آگ کی لپیٹ میں ہے۔ اس جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ اسرائیل کا وجود ہی سامراجی طاقتوں کی سازش کے تحت عمل میں آیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ عرب ممالک جب بھی اپنا وجود برقرار رکھنے کی اہلیت اپنے میں پیدا کریں اور ان میں اتحاد کی کوئی صورت نکلتی نظر آئے۔ تو اسرائیل کے ذریعے انھیں پھر سے اختلاف و انشقاق کی طرف دھکیل دیا جائے اور سامراجی طاقتیں ان کی ترقی کے تمام مادی و معنوی اسباب معطل کر کے رکھ دیں۔ قدرت نے عرب ممالک میں تیل کے جو ذخائر ودیعت فرمائے تھے امریکہ اور مغربی سامراجی ممالک جن کا انحصار زیادہ تر صنعت پر ہے اور وہ تیل سے ہی استفادہ کرنے پر مجبور ہیں، وہ چاہتے تھے۔ کہ اس طرح کمزور عرب ممالک کے تیل کے عظیم ذخائر ہمارے زیر اثر ہوں گے۔ اور عرب ممالک تیل کے ذخائر کے مالک ہونے کے باوجود مغربی طاقتوں کو تیل کی سپلائی روکنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار مختلف مراحل میں اسرائیل مغربی طاقتوں کی پشت پناہی کے بل بوتے پر مصر اور دوسرے عرب ممالک پر حملے کرتا رہا ہے۔

۱۹۶۷ء کی جنگ میں مصر اور مشرق اوسط کے دوسرے ممالک کو جو نقصان پہنچا ہے وہ اس سے قبل کبھی نہیں پہنچا تھا۔ مصر کی انقلابی حکومت کے بانی مرد مجاہد السید جمال عبدالناصر مرحوم نے جو ترقی کے منازل طے کر کے مصر میں زرعی اور صنعتی انقلاب بھی برپا کر چکا تھا۔ ایک تقریر میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ انا نصنع الیوم کل شیئ من الابرۃ الی الصاروخ یعنی آج سوئی سے لیکر میزائل تک ہر چیز ہم خود بناتے ہیں۔ اسوان ڈیم کی تعمیر میں تمام مصری انجنیئر کام کر رہے تھے ایک بھی شخص اس بند کی تعمیر میں باہر سے درآمد نہیں کیا گیا تھا۔ مدیریۃ التحریر کے ریگستانوں اور صحراؤں کو باغات میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور عرب ممالک کو متحد کرنے کے لیے بہت سے فیصلہ کن اقدامات کیے۔ دنیا کی سب سے بڑی دو طاقتوں (روس اور امریکہ) کے درمیان پیدا ہونے والی کشمکش اور تضاد سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کے ناجائز وجود اور فتنہ انگیزیوں سے نجات حاصل کرنے کا سوچنے لگے تھے ـــــ انھوں نے اسوان بند کی تعمیر اور نہر سویز کو سامراجی طاقتوں سے آزاد کرانے کے لیے جرأت مندانہ کامیاب فیصلے بھی کیے۔ جمال عبدالناصر مرحوم نے مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں روس کی حمایت حاصل کی جب کہ عرب ممالک کی ہر قسم کی فنی۔ اور فوجی امداد کا انحصار مغربی طاقتوں پر تھا۔

جمال عبدالناصر مرحوم نے امریکہ اور روس کے اختلافات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ اب انھوں نے اپنی حربی قوت، اسلحہ کی تیاری، صنعتی ترقی کے میدان میں اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کر لیا تھا لیکن بدقسمتی سے وہ اس نئے راستہ پر چلنے کے لیے دوسرے عرب ممالک کو آمادہ نہ کر سکے، اور سامراج کے زیر اثر بعض عرب ممالک پہلے کی طرح امریکہ پر ہی انحصار کرتے رہے اور مغربی طاقتوں کے دست نگر بنے رہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر عرب سربراہوں نے جمال عبدالناصر مرحوم کے اس موقف سے اختلاف کیا۔ اس طرح وہ دوسرے عرب ممالک کا تعاون حاصل کرنے میں کافی حد تک ناکام رہے۔ اسی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے اچانک مصر، شام اور اردن پر حملہ کر دیا اور مصر کی تمام تیاریاں ملیامیٹ کر دی گئیں۔ امریکہ اور مغربی طاقتیں ایک دفعہ پھر اسرائیل کی آڑ میں اپنے سامراجی مقاصد میں کامیاب ہو گئیں لیکن جمال عبدالناصر مرحوم کے عزم کو پھر بھی شکست نہ ہوئی اور وہ نئی تیاریاں کرنے لگے۔ ان کی وفات کے بعد صدر سادات بھی جمال عبدالناصر کی اسی پالیسی پر گامزن رہے اور روس سے اندر ہی اندر اسلحہ فوجی اور فنی امداد حاصل کرتے رہے۔ البتہ صدر سادات نے ظاہراً اپنا رویہ معتدل اور نرم رکھا۔ امریکی نواز عرب ممالک کو جو جمال عبدالناصر مرحوم کی روس دوست پالیسی سے ناخوش تھے اور ہر وقت معترض رہتے تھے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ اور مصر میں ایسے عناصر کو جن کے بارے میں امریکہ اور ان کے دوست عرب ممالک کو اعتراض تھا کہ یہ سخت قسم کے روس نواز ہیں حکومت کے مناصب سے علیحدہ کر کے انھیں جیل خانوں میں دھکیل دیا۔ مصر میں فوجی تربیت دینے والے جتنے بھی روسی ماہرین تھے انھیں روس واپس بھجوا دیا۔ کمیونزم کی اشاعت جو مصر میں قانوناً پہلے ہی

خدام الدین

۱۸ ذیقعد ۱۳۹۳ھ
۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء

جلد ۱۹ شمارہ ۲۹



مندرجات

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

ممنوع تھی اب اس پر سختی سے عملدرآمد کیا جانے لگا۔ اور بین الاقوامی طور پر اسرائیل کی مخالفت کی پالیسی میں بھی کچھ نرمی سی پیدا کر دی۔ اور یہ یقین دلا دیا کہ مصر اسرائیل کے ساتھ پرامن تصفیہ کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات نے تمام عرب ممالک کو سادات کے قریب کر دیا۔ اور اب وہ روس دوستی کے سبب سادات سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی پالیسی کے ایک حد تک حامی بن گئے تھے۔

ادھر اسرائیل نے بھی یہ محسوس کیا کہ اب شاید روس، مصر اور شام کی مدد نہیں کرے گا تو اب نہر سویز کے دونوں کناروں پر قبضہ کرنے کی نیت فاسدہ اور نہر سویز کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لینے کی غرض سے اچانک حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ لیکن اب مصر اور شام اندر سے تیار تھے۔ اسرائیل ان کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔ اس کے پشت پناہ امریکہ کو بھی دھوکہ ہوا۔ ان حالات میں جب جنگ شروع ہوئی تو اسرائیل کے اندازہ کے خلاف سترہ دن کی جنگ میں ابتدائی پہلے گیارہ دنوں میں برتری کے ساتھ اور ایک غالب فریق کی حیثیت سے مصر اور شام نے لڑائی لڑی۔

صدر سادات کی معتدل پالیسی سے عرب سربراہوں میں اتحاد کی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ سب نے اس جہاد میں حصہ لیا۔ اپنی مسلح افواج کو محاذ پر بھیجا اور تیل کے جن ذخائر کا امریکہ اور مغربی طاقتیں استحصال کرنا چاہتی تھیں آج تمام عرب ممالک نے متحد ہو کر اسے اسلحہ کے طور پر استعمال کیا۔

عرب اتحاد - زندہ باد

4.12.73

• صحافت کی بوالعجبیاں

اخبارات میں یوں تو آئے دن اپوزیشن لیڈروں سے عجیب و غریب باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ غالباً ان کا مقصد دوسرے روز کسی وزیر یا برسر اقتدار پارٹی کے کسی تحصیلی چیئرمین کا تصویر کے ساتھ بیان چھپنا ہوتا ہے کیونکہ اس طرح سے سیاسی مخالفین کو ملک دشمن اور غدار ثابت کرنے میں خاصی آسانی پیدا ہو جاتی ہے اس سلسلہ میں ہمارے ٹرسٹی روزنامے نہایت گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ٹرسٹ کے ایک رکن رکین روزنامہ امروز نے ۷ر دسمبر کو اپنے گکھڑ منڈی کے نامہ نگار کے حوالہ سے لاہور ایڈیشن میں ایک خبر شائع کی ہے جس کی سرخی آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اور داد دیں ان فنکاروں کو جن کی صلاحیتوں نے فن صحافت کو دیانت و شرافت کے اس اوج کمال تک پہنچایا ہے اس دو کالمی رپورٹ کی سرخی کے الفاظ ہیں۔

"یہ ضروری نہیں کہ خلفاء راشدینؓ کی پیروی کی جائے۔ مفتی محمود کا ارشاد"۔ خبر کے ذیل میں یہ بھی درج ہے کہ انھوں نے اس سے قبل مقامی جامع مسجد میں ایک عام جلسہ میں خطاب کے دوران وزیر اعظم بھٹو پر رکیک حملے کیے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ امروز میں ان رکیک حملوں کی تفصیل بھی شائع ہو جاتی۔ اور عوام الناس کو پتہ چل جاتا کہ وزیر اعظم چیئرمین بھٹو نے ۱۸ر نومبر کو ڈیرہ اسمٰعیل میں جا کر مولانا مفتی محمود کے حق میں کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی جو زبان استعمال کی تھی اس کے مقابلہ میں قائد جمعیۃ نے کیا لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ بہر نوع حضرت مفتی صاحب سے منسوب اس خبر کے مندرجات کے طفیل جن بزرجمہروں کو اپنے بیانات چھپوانے کا موقع ملے گا ان سے درخواست ہے کہ وہ پہلے گکھڑ منڈی کے نامہ نگار اور خبر کی سرخی بنانے والے نیوز ایڈیٹر کے ہاں جا کر شکرانہ پیش کریں۔

ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ،

• محبانِ وطن کی رہائی!

"کیا اسیری تھی کیا رہائی ہے"

بنگلہ دیش حکومت نے ان محبانِ پاکستان کی رہائی کا اعلان کر دیا ہے جنہیں "قتلِ پاکستان" کے موقع پر حب الوطنی اور دوسروں کی زبان میں وطن دشمنی اور پاکستانی حکومت سے تعاون کرنے کی پاداش میں گرفتار کیا گیا تھا ان میں سے بعض کو بنگلہ دیشی عدالتیں عمر قید تک کی سزائیں سنا چکی ہیں۔ وائس آف امریکہ کے مطابق رہائی پانے والوں میں گورنر مشرقی پاکستان ڈاکٹر اے ایم مالک، ان کی کابینہ کے تمام وزراء اور پاکستان کے ایک سابق مرکزی وزیر عبدالصبور خاں کے علاوہ تقریباً پنتالیس ہزار افراد رہا کیے جا رہے ہیں۔ وزیر داخلہ بنگلہ دیش نے شیخ مجیب الرحمٰن کے اس عام معافی کے اعلان کی وضاحت کرتے ہوئے امریکی نامہ نگار کو بتایا کہ اس معافی کا اطلاق ان بنگلہ دیش دشمن افراد پر نہیں ہوگا جن پر پاکستانی حکومت سے تعاون کرنے کے علاوہ قتل، آتش زنی اور عصمت فروشی جیسے سنگین الزامات بھی عاید ہوتے ہوں۔ شیخ صاحب نے معافی کا یہ اعلان اس وقت کیا ہے جب روسی رہنما برزنیف کے دورہ ہند کے اختتام کے موقعہ پر ہند روس دوستی کے مشترکہ تجدیدی اعلامیے میں پاکستان سے کہا گیا ہے کہ وہ بنگلہ دیش کو جلد تسلیم کر کے اس علاقہ میں حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کرے۔ تاہم بنگلہ دیش کی طرف سے اس معافی کا مقصد قیام بنگلہ دیش کی دوسری سالگرہ کی خوشیوں میں رہاشدگان کو شریک کرنا بتائی گئی ہے ممکن ہے یہ وجہ بھی ہو۔ لیکن لندن میں بنگلہ دیش کے سفارتی ذرائع نے اس توقع کا اظہار بھی کر دیا ہے کہ ڈاکٹر مالک اور ان کے ساتھیوں کو ۱۶ر دسمبر سے پہلے پاکستان چلے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ شیخ مجیب الرحمان اس سلسلہ میں عوامی لیگی لیڈروں سے صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ اور بی بی سی کی ایک خبر کے مطابق اس بات کا قوی امکان ہے کہ ان میں سے اکثر سیاست دان عوامی لیگ کی حمایت کا اعلان کر دیں گے۔ کیونکہ اسی شرط کی بنا پر ان کی رہائی عمل میں لائی جا رہی ہے ان خبروں کے پس منظر میں کیسے مان لیا جائے کہ بنگلہ دیش کی دوسری سالگرہ کی خوشی میں یہ "فیاضی" ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دیوانگانِ وطن کی اسیری جس طرح پاکستان کو توڑنے والی بڑی طاقتوں اور ان کے آلہ کار عناصر کی خواہشات کی تکمیل پر عمل میں آئی تھی اسی طرح اب ان کے باہمی فیصلے سے انہیں "قیدِ وطن" سے رہائی نصیب ہوئی ہے۔ کیونکہ آج رواج یہ چل نکلا ہے کہ دنیا کے چند بڑے اپنے مفادات کے تحت اپنے ہاں بیٹھ کر چھوٹی اقوام کی قسمتوں کے فیصلے کر لیتے ہیں اور پھر انہی پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ قائد اعظم کے پاکستان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ دور ایوبی میں پاکستان کے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین مرحوم نے جب دوبارہ ملکی سیاسیات میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو انھوں نے اس کی وجہ یہ بتائی تھی کہ مجھے ایک بڑی طاقت کی گہری سازش کا علم ہوا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنا چاہتی ہے نامعلوم وہ دن کب آئے گا جب ہم اپنے متعلق خود سوچ سکیں گے اور دوسروں کی غلامی سے ہمیں حقیقی آزادی مل سکے گی +

فضائلِ تلاوتِ قرآنِ مجید

قاری عبدالکریم میلسوی

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اس لیے اس کو تمام کلاموں پر ایسی شرافت حاصل ہے جیسی شرافت خداوند تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر۔ جب یہ بات مان لی تو اس کی تلاوت کرنے والوں کو بھی سب سے زیادہ شرافت و بزرگی حاصل ہوگی۔ اس بارے میں احادیث بکثرت مروی ہیں ان میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَشْرَفُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ۔ (صحیحین)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شریف اور بزرگی والے وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف کے اٹھانے والے ہیں یعنی پڑھنے پڑھانے والے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

(۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَاَقْرَأَہٗ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو پڑھے اور پڑھائے۔

(۳) وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔ (صحیح بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

(۴) مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْہِ اُلْبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ کَانَتْ فِیْکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِھٰذَا۔

جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور ان احکام پر عمل کیا جو اس میں ہیں تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا۔ کہ اس کی روشنی اس سورج سے زیادہ اور نمایاں ہوگی جو کسی کے گھر میں اتر آئے یعنی سورج اگر کسی کے گھر میں ہو تو کتنی نمایاں روشنی ہوگی اس تاج کی روشنی اس سے بھی نمایاں ہوگی۔ پس اب تمہارا کیا گمان ہے اس شخص کے بارے میں کہ جس نے اس پر عمل کیا یعنی ایسے شخص کو بہت بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔

خطبۂ جمعہ ۳۰ر نومبر ۷۳ء

مرتب: عبدالرشید انصاری

فتنہ و فساد کی گرم بازاری اسلامی تعلیمات کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے

معصیت اور برائی کے ہولناک سیلاب سے بچاؤ کی تدابیر نہ ہوئیں تو تباہی کے علاوہ کچھ نہ ملے گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:۔

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ (مائدہ آیت ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ انصاف کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کیا ہے۔ اسے کائنات کی تمام مخلوقات پر فوقیت اور علو مرتبت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ نعمت عطا فرمائی ہے جو اور کسی کے پاس نہیں۔ یہ نعمت "علم" ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا تھا کہ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ (جو چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان کے نام بتاؤ) تو فرشتوں نے بارگاہِ قدسی میں عرض کی تو پاک ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا۔ بے شک تو بڑے علم والا حکمت والا ہے"۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام و علی نبینا کو دربارِ الٰہی سے ان اشیاء کے نام بتانے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنی جبلّی اور فطری استعداد سے جو اللہ تعالیٰ نے نسل آدمؑ کو ودیعت فرمائی ہے ان سب کے نام بتا دیے۔ "علم" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ انسان چونکہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اس لیے اسے تحصیلِ علم کی استعداد اور صلاحیت عطا فرما کر اس کے لیے علم و حکمت کی راہیں وا کر دی گئیں اور حکم دیا گیا کہ دنیا میں انسان کو اپنی زندگی بھی احکام الٰہی کے مطابق گزارنی ہے اور کائنات میں اس نے خدائی قانون کو ہی جاری و نافذ کرنا ہے۔ ورنہ وہ اپنی ذمہ داری اور فرائض سے پہلو تہی اور کوتاہی برتنے کا مرتکب ہو گا اور اپنا منصب عظیم کھو بیٹھے گا۔ یہی ایک سبق تھا جسے بار بار یاد دلانے اور خود اس پر عمل کر کے دکھانے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے۔ سب سے آخر میں سید الانبیاء حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ ہم اس آخری امت، خیر امت اور امت وسط میں پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ لیکن ہمارے مرتبے اور منصب کے لحاظ سے ہمیں کام بھی سونپے گئے ہیں۔ اور فرائض متعین کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم کام بھی وہی کریں جن کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اگر اپنی من مانی کی گئی یا صراط مستقیم چھوڑ کر کوئی اور راستہ اپنانے کی کوشش ہوئی تو یہ مستوجب عقوبت و سزا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق بخشے جن کے کرنے کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "عادل" ہے۔ عدل ایسے معاملہ کو کہا جاتا ہے جو کسی کے ساتھ بغیر کمی و زیادتی کے اسی طرح کیا جائے۔ جس کا وہ مستحق ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرماتے۔ اور نہ کسی پر اس کی صلاحیت اور استعداد سے زیادہ فرائض کا بوجھ ڈالتے ہیں۔ بلاشبہ انسان مکلف ہے۔ یعنی اسے عمل اور جدوجہد کی تکلیف اٹھانے کا کہا گیا ہے۔ لیکن اس کی ہمت اور طاقت سے زیادہ نہیں۔ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (ترجمہ: اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا) انسان جو دنیا میں نائب الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہے۔ اسے بھی چاہیے کہ وہ اپنے عمل و کردار اور حیات دنیوی کے تمام شعبوں میں "عدل" کو اختیار کرے۔ اس کے کسی عمل میں افراط و تفریط، ظلم اور زیادتی نہ ہو۔ وہ دنیا میں امن و آشتی اور انس و الفت کی پاکیزہ اقدار کا محافظ بن کر رہے۔ اس کے ہاتھ یا زبان سے کسی کو ناحق تکلیف نہ پہنچے۔ اس کی ذات کائنات میں امن و سلامتی کا مرکز و محور بن جائے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہم فطرت کے ان تقاضوں کو پورا کریں۔ مسلمان کا تعارف ہی زبان نبوت نے ایسے مقدس الفاظ میں کرایا ہے جن سے وحشت و بربریت کے بجائے اخوت و سلامتی کا درس ملتا ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی ایذا رسانی سے دوسرے مسلمان بالکل محفوظ اور سلامت ہوں) اور کتاب الٰہی نے ہمیں خبردار کیا کہ انصاف کا دامن تمہارے ہاتھ سے کبھی بھی چھوٹنے نہ پائے حتیٰ کہ اگر تمہاری کسی گروہ یا جماعت سے دشمنی بھی ہے تو کسی معاملہ میں اس سے بھی بے انصافی نہ کرو۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ ہر کسی کے اعمال سے باخبر اور جاننے والا ہے۔ اعمال کا بدلہ بھی اسی نے دینا ہے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ ملنے والا ہے۔

یہ ہیں اسلام کی لافانی اور بے مثل تعلیمات جنہیں آج یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔ ایک طرف ان پاکیزہ تعلیمات کو دیکھیں اور دوسری جانب قوم کے موجودہ حال و احوال کا جائزہ لیں تو زمین و آسمان کے خلا سے زیادہ فرق نظر آئے گا۔

آج ہمارے ہاں کاروباری معاملات، رشوتوں، ناطوں، دفتری اور انتظامی شعبوں اور سیاسی مہم جوئی میں جو بے اصولی، ناانصافی، ظلم و زیادتی اور فساد و فتنہ کا بازار گرم ہے کیا یہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا آئینہ دار ہے؟ اشیاء کی گرانی کے ساتھ ساتھ ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری یہ کہاں کا اسلام ہے؟ بے گناہوں کا خون بہانا ملک کی کون سی خدمت ہے؟ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی عزت اور مال و جائیداد پر ڈاکے ڈالنا کون سا انصاف ہے؟ غریب عوام کو لالٹین یا دیا جلانے کے لیے خون پسینے کی کمائی بیچ کر بھی مٹی کا تیل تک نہ ملے اور حکمران انہی کی محنت سے عظیم الشان بنگلوں میں داد عیش دیں۔ آخر یہ کون سی مساوات ہے؟ آج ملک کے طول و عرض میں ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ کے علاوہ غنڈہ گردی اور دہشت انگیزی کے جو واقعات رونما ہو رہے ہیں ان کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اسلام نے عدل و انصاف کی جو راہ بتائی تھی اسے عوام اور حکمران چھوڑ چکے ہیں۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسی نقار خانے میں اس کی آواز گونجے حکمران طبقہ اختلاف رائے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سیاسی مخالفین کو غدار اور ملک دشمن کی گالی دے کر بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ملک کے ذمہ دار لوگ اپنے منصب اور ملک کے وقار کا خیال کیے بغیر سیاسی مخالفین کے متعلق ایسی بے تکی اور گندی زبان استعمال کرتے ہیں جسے کوئی شریف آدمی سن نہیں سکتا۔ اگر واقعات گنوائے جائیں تو یہ ایک نہ ختم ہونے والی ایسی داستان ہے جسے سن کر

(باقی صفحہ ۔۔)

خواتینِ اسلام

حضرت بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جنھیں قبولِ اسلام کی خاطر جانگداز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

[illegible]

بسرہ بنت صفوان بن نوفل بن اسد۔ یہ قریشی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ تھیں۔ ان کے خاندان کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یہ بھی مسلمان ہو گئیں لیکن ایک طبقہ نے ان کے اسلام کی شدید مخالفت کی اور ان کو تکلیفیں بھی پہنچائیں بقول امام شافعی کے ان کا شمار ان خوش قسمت حضرات میں ہوتا ہے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ہجرت میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ نہایت صابر و ضابطہ خاتون تھیں، تمام تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور سخت سے سخت مصیبت کی کبھی پروا نہ کی۔ اسلام کی محبت ان کی ہڈیوں میں رچ چکی تھی۔ اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی ان کا شب و روز کا معمول بن گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان کے نزدیک سب سے زیادہ لائق اعتنا اور شائستہ التفات تھی جب آنحضرت کا اسم گرامی زبان پر آتا تو ادب و احترام کے تمام گوشے بیدار ہو جاتے اور الفاظ عزت و توقیر کے قالب میں ڈھل جاتے۔ آنحضرت کے بارے میں ان کے جذبات نہایت نازک تھے، آپ کے خلاف کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بات بھی سننا برداشت نہ کرتی تھیں۔ اگر کوئی ایسی چیز پردہ سماع سے ٹکرا جاتی تو مشتعل ہو جاتیں اور شدت غضب سے بے تاب ہو جاتیں آپ کے وجود اقدس کو دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیتی تھیں اور آپ کے سوا اس عالم آب و گل کی تمام چیزوں کو ہیچ و ناتواں سمجھتی تھیں اسلام سے ان کی وابستگی و شیفتگی کی یہ نوعیت تھی کہ اس کے مقابلہ میں کسی شے کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتیں اور اس کی حفاظت و اشاعت کو زندگی کا اولین مقصد قرار دیتیں۔

اقربائے رسالتمآب کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء و اعزاء سے بدرجہ غایت الفت و مؤدت کا اظہار فرماتیں۔ آنحضرت کے اہل بیت، دختران رسالت مآب اور ازواج مطہرات کی حد سے زیادہ توقیر کرتیں اور آپ کے خاندان کے معزز ارکان کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتیں اس باب میں ان کے نزاکت احساس کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت کے اہل بیت کے ایک رکن کے بارے میں کوئی ایسی بات زبان سے نکالدی جو ان کے نزدیک اہانت کا پہلو لیے ہوئے تھی اس پر سخت خفگی کا اظہار کیا اور غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

"تم کیسے مسلمان اور کس قسم کے محب رسولؐ ہو" جو آپؐ کے اہل بیت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہو۔ یہ تم نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے جو حقیقت سے دور ہے اور اپنے اندر معصیت لیے ہوتے ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت کے اقربا و متعلقین کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کیے اور اس شخص نے اللہ کے حضور معافی مانگی۔

غرض حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا ایک اونچے کردار کی خاتون تھیں اور اسلام کی محبت اور آنحضرت سے تعلق خاطر ان کی زندگی کا ماحاصل تھا۔

عادات و اطوار

عادات و اطوار کے بارے میں ان کی دنیا بہت سے لوگوں سے جدا گانہ تھی نہ ضرورت سے زیادہ بات کرتیں نہ کسی سے جھگڑتیں اور نہ بے مقصد چیزوں میں وقت صرف کرتیں ان کا زیادہ وقت تلاوت قرآن، درس حدیث، بچوں کی پرورش و تربیت اور عبادت میں خرچ ہوتا۔ تہجد لازماً پڑھتیں اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتیں اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کرتیں عام عورتوں کو بھی تاکید کرتیں کہ اپنے اہل و عیال کو بہتر تعلیم دیں اور ان کی ہر قسم کی نگرانی کریں۔

خرچ اور لین دین کے معاملہ میں فراخ دست اور وسعت قلب کی مالک تھیں۔ مستحقین کی تلاش میں رہتیں، جو غریب اور مستحق نظر آتا فوراً اس کی امداد کو پہنچتیں کہا کرتی تھیں کہ دنیا کا یہ مال یہیں رہ جائے گا جس طرح یہ دنیا فانی ہے اسی طرح اس کا مال و دولت بھی فنا پذیر ہے یہاں کی کسی چیز کو ثبات اور دوام حاصل نہیں اصل شے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اس کے بندوں کی خدمت کے لیے ہر آن آمادہ و تیار رہنا ہے۔

آنحضرتؐ کا وصال اور حضرت بسرہ رضؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال نے مدینہ اور گرد و نواح کے تمام قبائل میں کہرام بپا ہو گیا تھا اور ہر شخص حیران و پریشان تھا حضرت بسرہؓ کی اس وقت عجیب کیفیت تھی یہ انتہائی غم و آلام میں مبتلا اور حزن و ملال کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں تھا۔ کچھ عورتوں نے تسلی دینے کی کوشش کی تو اور غمگین ہو گئیں اور شدت تاثر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، کئی دفعہ بولنے کی کوشش کی مگر حزن و تاسف کی شدید تر انگیزیوں نے زبان کی جنبش کو روک دیا، کافی دیر کے بعد جب سیلاب غم آنسوؤں میں تحلیل ہو کر آنکھوں سے بہہ گیا تو کہا۔

"آج اسلام کا نیر درخشاں غروب ہو گیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا پر تاریکیوں کے بادل چھا گئے ہیں اور دلوں کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ کی طرف سے تمام فضائل و مناقب سے نوازا گیا تھا اور آپ کے اندر خدائے واحد نے ہر قسم کے محاسن جمع کر دیئے تھے۔ ہمارے درمیان سے آپ کا تشریف لے جانا ہماری بدقسمتی کی علامت ہے اب تک ہم فتح و نصرت سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں اور اللہ ہمارا معاون و مددگار رہا ہے۔ آئندہ معلوم نہیں ہم پر کیا گذرنے والا ہے۔ اور ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہونے والے ہیں۔

لوگو! اللہ کی طرف رجوع کرو اور پوری نیازمندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے سامنے جھک جاؤ آج تم آنحضرت کی ذات گرامی کے سائے سے بے یار و مددگار ہو گئے ہو۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مستقبل کو درست رکھنے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ آنے والا وقت گذرے ہوئے وقت کی بہ نسبت انتہائی کٹھن ہے جو لوگ اللہ کے رسول کے زیادہ قریب رہے ہیں ان کی صحبت اختیار کرو اور اپنے آپ کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی کوشش کرو۔"

حلقہ تلامذہ

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے احادیث بھی روایت کیں ان سے گیارہ احادیث رسول مروی ہیں۔ پھر ان کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا جن میں بعض بڑی معروف اور نامور شخصیتیں بھی ہیں، مردوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، عروہ بن زبیر، مروان بن حکم، حضرت سعید بن مسیب اور حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اور عورتوں سے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی شامل ہے۔

تلامذہ کی نصیحتیں

ان کے تلامذہ اپنی جگہ نہایت اہمیت کے حامل تھے اور آگے چل کر انہوں نے مختلف میدانوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ مروان بن حکم کو خلیفہ مقرر کیا گیا اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی تھے جو نیکی و صالحیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ تعبیر رؤیا میں ان کو خاص درک حاصل تھا اس سلسلہ میں ان کے متعدد واقعات کتابوں میں منضبط ہیں۔

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کے جن شاگردوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ان کو انہوں نے وقتاً فوقتاً کئی قسم کی نصیحتوں سے سرفراز کیا۔ مثلاً مروان بن حکم سے کہا:

"مروان! یہ دنیا عارضی ہے۔ اس کا ساز و سامان تو بے شک ترقی کرے گا اور اس میں روز افزوں اضافہ ہوگا لیکن لوگ ختم ہوتے جائیں گے ہر دہ گروہ اس سطح ارض پر نمودار ہوگا اپنے نقوش و اثرات چھوڑ کر فنا کی وادی میں روپوش ہو جائے گا۔ یہاں نہ حاکم رہے گا، نہ محکوم، نہ رعیت رہے گی نہ راعی۔ سب لوگ اس دنیا کی رعنائیوں اور خوبصورتیوں کو خیرباد کہہ کر سفر آخرت اختیار کر لیں گے آخرت میں صرف وہی چیزیں کارآمد ثابت ہوں گی، جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے کی جائیں گی۔ اور جن میں لوگوں کی خدمت کا جذبہ کارفرما ہوگا اللہ سے ڈرو اور اس کے بندوں کی بھلائی کا خیال رکھو۔"

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

"سعید! معلوم ہوتا ہے تم اللہ کے دین کی خدمت کے لیے پیدا

(باقی صفحہ ۱۴)

کسب حلال کے لئے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شغل تجارت

از
شیخ عبد الحمید
ہمایوں بی اے

طلوع آفتاب اسلام سے قبل ذریعہ معاش کے لیے "تجارت" عربوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ اور عرب کی اقتصادیات و معاشیات کا تمام تر دار و مدار ہی زراعت اور تجارت پر تھا۔ عرب کا زیادہ تر حصہ غیر آباد اور ریگستان تھا۔ اس لیے وہاں زراعت وہ مقام حاصل نہ کر سکی۔ جس مقام بلند پر تجارت پہنچی۔

عرب کی جغرافیائی حدود سے واضح ہے کہ اس کے ساحلی صوبے دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے آمنے سامنے واقع ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عربوں کی تجارت غیر ممالک سے بھی شروع ہو گئی۔

برآمد

عرب تاجر اپنے ملک سے عموماً تین قسم کی چیزیں غیر ممالک کو برآمد کیا کرتے تھے:۔

۱۔ کھانے کے مسالہ جات اور خوشبودار اشیاء وغیرہ

۲۔ سونا، جواہرات اور لوہا وغیرہ۔

۳۔ چمڑا، کھال، زین پوش، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

یہ تینوں چیزیں عرب ہی کی پیداوار تھیں یونانی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں کہ اکثر خوشبودار چیزوں کا مرکز یمن تھا۔ موتی تو خاص ساحل عرب کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ بحرین اور عمان کے دریا قیمتی موتیوں کے لیے مشہور رہے۔

علاوہ ازیں سونے کی بڑی بڑی کانیں عرب میں موجود تھیں جن کا ذکر ہمدانی نے کیا ہے۔

(بحوالہ صفۃ العرب، باب المعادن)

برٹن نے تو مدین کی سونے کی کانوں پر باقاعدہ ایک کتاب لکھی ہے۔ سونے کے علاوہ چاندی، تانبا اور عقیق کی کانیں بھی عرب میں موجود تھیں۔ عرب کے تجارتی سامانوں میں کھالیں بہت مشہور تھیں اور اس کا خاص مرکز طائف تھا۔ چنانچہ اس نسبت سے اس کا نام ہی "بلد الدباغ" مشہور ہو گیا تھا۔ (بحوالہ ہمدانی صفحہ ۱۲)

درآمد

عرب تاجر غیر ملک سے یہ چیزیں لایا کرتے تھے۔ کپڑا، غلہ، شراب (اگرچہ عرب خود بھی شراب بناتے تھے) ہتھیار، آئینہ اور دیگر سامان زیبائش و آرائش وغیرہ۔

تجارتی میلے

عرب کے ان تیرہ مقامات پر بڑے بڑے تجارتی میلے لگا کرتے تھے:۔

(۱) دومۃ الجندل (۲) مشقر (۳) صحار (۴) دبا (۵) عدن (۶) شجرہ (۷) صنعاء (۸) حضر موت۔ (۹) عکاظ (۱۰) ذوالمجاز (۱۱) منیٰ (۱۲) خیبر (۱۳) یمامہ۔

قریش کی تجارت

عرب کے قبائل میں سے قریش بہت ترقی یافتہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی تجارتی سرگرمیوں کو تیز تر کر کے دیگر قبائل پر مال و دولت کے لحاظ سے بھی سبقت حاصل کر لی تھی۔ ظہور قدسی سے تقریباً سوا سو سال پہلے یمن اور شام میں بہت سے سیاسی انقلاب رونما ہوئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یمن اہل حبشہ کے قبضہ میں آ گیا۔ اس لیے اس پر نجاشی کی بادشاہت کا سکہ چلنے لگا۔ اور شام رومیوں نے فتح کر لیا۔ اس طرح شام کی زمام کار قیصر کے ہاتھ آ گئی۔ قریش کے مشہور سرداروں قصی اور ہاشم نے قریش کی تجارت کو منظم کر کے مستحکم کر لیا تھا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہاشم نے اپنے اثر و رسوخ سے نجاشی اور قیصر سے یہ خاص فرمان حاصل کر لیا کہ قریش ان کے ملکوں میں بلا روک ٹوک آ جا سکتے ہیں۔

قریش موسمی تغیر و تبدل کی بنا پر سردیوں میں یمن کی طرف سامان تجارت لے کر جاتے اور گرمیوں میں شام کی طرف۔

قریش کے ان دونوں سفروں کا ذکر قرآن مجید نے سورۂ قریش میں ان الفاظ میں کیا ہے:۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۝ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

"چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا۔ اور (لوٹ کھسوٹ) کے خوف سے امن میں رکھا۔"

فرمان خداوندی سے یہ حقیقت عیاں ہے۔ کہ وہ گرمیوں اور سردیوں میں تجارتی سفر کرتے تھے اور جن علاقوں میں جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ انہیں خادم بیت اللہ اور اہل حرم سمجھ کر ان کی تکریم و تعظیم کرتے۔ باوجودیکہ ڈاکہ زنی اور تجارتی قافلوں کو لوٹنے کی وارداتیں عام تھیں مگر قریش کی عزت اس قدر زیادہ تھی کہ ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کرتا۔ اس وجہ سے قریش کو تجارت میں بھی خوب منافع ہوتا۔ قریش کی اسی شان امارت نے ان کو مہمان نواز بھی بنا دیا تھا چنانچہ "ہاشم" ایام حج میں زائرین کعبہ کے قیام و طعام کا بندوبست فرماتے۔

جب قریش کی تجارت عروج پر پہنچی تو اسی زمانہ میں شہنشاہ کونین، فرمانروائے عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مولود مسعود ہوا۔ جگر گوشۂ آمنہ نے آنکھ کھولی تو سر سے شفقت پدری کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ آپؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ شام سے تجارتی سفر میں مراجعت فرما رہے تھے۔ کہ راستے میں مدینہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔

چند سال بعد والدہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئیں تو اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں آ گئے۔ مگر ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس سہارا کا بھی چراغ زندگی گل ہو گیا۔ دادا کی رحلت کے بعد اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ آغاز سفر زندگی کیا۔ دس بارہ برس کے ہوئے تو بکریاں چرائیں۔ اس کا ذکر خود لسان نبوتؐ سے بخاری کتاب الاجارہ میں اس طرح مذکور ہے:۔

"میں قراریط پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا"

قراریط کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اس کے معنی درہم و دینار کے ٹکڑے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن ابراہیم حربیؒ کا یہ قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔ اور حضورؐ بچپن میں اس جگہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔

ابن جوزیؒ اور علامہ عینیؒ نے بھی اس کے معنی جگہ کا نام ہی قرار دیا ہے اور مولانا شبلیؒ نے بھی قراریط کے معنی "ایک مقام کا نام" کو ترجیح دی ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس بکریاں چرانے کے مشغلہ کا کبھی کبھی ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ جنگل میں صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے صحابہؓ جھڑبیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا:

"جو خوب سیاہ ہو جاتے ہیں وہ زیادہ مزیدار ہوتے ہیں۔ یہ میرا اُس زمانے کا تجربہ ہے۔ جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا" (بحوالہ طبقات ابن سعد)

ابو طالب تاجر تھے۔ قریش کے معمول کے مطابق سال میں ایک دفعہ شام جایا کرتے تھے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ اصرار بارہ برس کی عمر ہی میں اس دفعہ چچا کے شریکِ سفر ہو گئے۔ اس کم سنی میں اس قدر طویل تجارتی سفر جو یقیناً تکلیف اور صعوبتوں سے پُر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مضبوط قوتِ ارادی کی غمازی کرتا ہے۔ در اصل یہ سفر بھی مشیّتِ ایزدی سے تھا۔ کیونکہ اسی سفر میں بُصریٰ کے مقام پر "بحیرا" نامی ایک عیسائی راہب نے آپؐ کو دیکھ کر قبل از وقت ہی کہہ دیا تھا کہ :۔

"یہ وہ آخری پیغمبر انسانیت ہے۔ جس کے آنے کی پیشین گوئی تورات وانجیل میں واضح طور پر مذکور ہے"

یہ تو آغاز اور پیش خیمہ تھا۔ آئندہ آپؐ کی تجارتی زندگی کا۔ چنانچہ جب عالمِ شباب میں قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لیے تجارت ہی کو اپنا پیشہ بنایا۔ تجارتی زندگی میں داخل ہوتے ہی آپؐ حسنِ معاملہ اور دیانت داری کے باعث آسمانِ شہرت پر بدرِ کامل بن کر چمکے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تاجروں کی نگاہیں آپؐ پر جم گئیں اور انہوں نے اپنا سرمایہ آپؐ کے ہاتھ میں دے کر اپنا شریکِ تجارت بنانا شروع کر دیا۔

احادیث وتواریخ کی شہادتوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپؐ کے شرکائے تجارت ہمیشہ آپؐ کو بلند پایہ دیانت دار اور راست باز یقین کرتے تھے۔ نمونہ کے طور پر ایک صحابی کا واقعہ سپردِ قلم ہے۔

حضرت صائبؓ جب مسلمان ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ :۔

"میں تم لوگوں سے زیادہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جانتا ہوں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ میرے شریکِ تجارت تھے لیکن معاملہ ہمیشہ صاف رہا" (ابوداؤد)

یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تجارتی راست بازی، دیانت داری، امانت اور ایفائے عہد کی وجہ سے قبل از نبوّت ہی "صادق" اور "امین" کے لقب سے ملقّب ہو چکے تھے۔ تاجروں میں ایفائے عہد اور اتمام وعدہ محاسن اخلاق میں سب سے اوّل اہمیت رکھتا ہے۔ مگر مکّہ کا یہ صادق امین تاجرؐ ایفائے عہد میں اپنی مثال آپ ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثتِ نبویؐ سے پہلے میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا اور کچھ باقی تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ تیسرے دن جب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں ہی منتظر پایا۔ مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے اس پیکرِ علم و وفا کو اس قدر انتظار کرنے کے باوجود بھی خفا نہ پایا۔ شکایت تو درکنار آپؐ کی جبینِ مبارک پر شکن تک نہ آئی۔

اسی طرح ایک اور صحابی حضرت قیس بن سائب بھی آپؐ کے قبل از نبوّت شریکِ تجارت تھے۔ انہوں نے بھی آپؐ کے تجارتی معاملات میں حسنِ عمل کی شہادت دی ہے۔ (بحوالہ اصابہ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی راستبازی شہرۂ آفاق کا نمونہ پیش کر رہی تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنا مالِ تجارت آپؐ کے حوالے کر دیا۔ وہ مکّہ کی معزّزہ و موٌقرہ مالدار بیوہ خاتون تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کی وجہ سے دوگنا منافع دینے کا وعدہ کیا۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر بُصریٰ روانہ ہو گئے۔

اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔ میسرہ کا یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ایک سچے اور امین تاجرؐ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس نے جو کانوں سے آپؐ کے متعلق سن رکھا تھا۔ اب وہ ہر قدم اور ہر منزل اور ہر تجارتی منڈی میں اپنے مشاہدہ سے اس کی تصدیق کر رہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سفر میں بہت منافع ہوا۔ جب آپؐ نے وہ تمام منافع حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو پیش کیا تو وہ خود بھی اس قدر منافع دیکھ کر حیران ہو گئیں۔ اپنے غلام میسرہ سے کاروبار میں منافع کا سبب پوچھا۔ اُس نے جو آنکھوں سے دیکھا تھا وہ سب کہہ سنایا۔ خدیجۃ الکبریٰؓ نے اس صادق المصدوق امین تاجرؐ کو اپنا رفیقِ حیات بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ (جاری ہے)

بقیہ: خطبہ جمعہ

ہر دردِ دل رکھنے والا آدمی خون کے آنسو روئے گا۔ زندہ قوموں کا طریق یہی ہے کہ وہ اپنے نقائص معلوم کر کے ان کے ازالہ کی کوشش کیا کرتی ہیں اور جہاں جہاں سے برائی راہ پاتی ہے ان سوراخوں کو بند کیا جاتا ہے۔ لیکن آج برائی اور گناہ و معصیت کا سیلاب بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اور اس کی تباہ کاریوں سے بچاؤ کا کسی کو فکر نہیں۔ اگر یہی حال رہا تو نتیجہ تباہی ہو گا۔

دانش مندی یہی ہے کہ غلطیوں کو بار بار نہ دہرایا جائے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا۔ جب یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ موجودہ تمام پریشانیوں کا بنیادی سبب اپنے فرائض سے غفلت کوتاہی برتنا اور دوسروں کی حق تلفی کرنا اور ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کرنا ہے تو اس راستے سے فوری طور پر کنارہ کش ہو جانا چاہیے اور عدل و انصاف کا ترازو اس خلوصِ نیّت سے ہاتھ میں لینا چاہیے کہ کوئی گہری سے گہری محبت اور بڑی سے بڑی دشمنی اس کے کسی پلڑے میں جھکاؤ پیدا نہ کر سکے۔ اور یہیں تقوےٰ اور راستبازی کی منزل مل جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :۔

"یعنی ایسا عدل وانصاف جسے کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے۔ اور جس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اس کی شانِ انتقام کا خوف ہے۔ اور یہ خوف اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہو گا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالےٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیتِ الٰہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے گا اور احکام الٰہیہ کے امتثال کے لیے غلامانہ تیار رہے گا"

برائی کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے اور بھلائی کا نتیجہ ہمیشہ مفید ہوتا ہے۔ نا انصافی اور ظلم ایک بھیانک برائی ہے اس کے نتیجہ میں فساد، بے چینی اور بے اطمینانی پھیلتی ہے اور "عدل" صفتِ الٰہی ہے جس کو اختیار کرنے میں جو بھلائیاں مضمر ہیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ہر عمل اپنی رضا کی خاطر کرنے اور اپنی رضا کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہ معاف فرما دے آمین اللّٰھم آمین!

درس القرآن

از افادات شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

خلاصہ سورۂ بقرہ
رکوع ۲۸ تا ۳۱

سیاست کے قرآنی اصول

گزشتہ قسط کے لیے دیکھئے خدام الدین مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء (ادارہ)

باب پنجم: مسائل ملک داری

(۱) ملکی سیاست کا پہلا مسئلہ پچھلے رکوع میں بیان ہو چکا ہے کہ اسلامی ملک کا حاکم لازماً مسلمان ہونا چاہیئے۔ کافر و مشرک نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ جیسے عورت کی ناپاک حالت میں مرد کے استمتاع کو ناجائز قرار دیا گیا ہے ایسے ہی اسلامی حاکم کو چاہیئے کہ وہ مشرک رعایا کی ناپاک حالت یعنی مشرکانہ عبادت بت پرستی وغیرہ میں دخل نہ دے انہیں اپنے طور پر عبادت کی آزادی دے۔

۳۔ اسلامی حاکم کو چاہیئے کہ وہ ایسے احکام نافذ کرے جو تقویٰ کے اندر ہوں اور جن سے عوام کا مستقبل بہتر ہو جائے۔

۴۔ جملہ احکام نیکی، پرہیزگاری اور معاشرتی تعلقات کی اصلاح پر مبنی ہوں اس کے خلاف احکامات اگر نافذ ہو چکے ہوں تو انہیں واپس لے لیا جائے۔

۵۔ اگر حاکم اور عوام میں کشیدگی پیدا ہو جائے تو حاکم کو استعفیٰ دینے سے پہلے چار ماہ غور کرنے کے لیے مہلت دی جائے کیونکہ ہر عہدہ کے لیے کامل آدمی کا ملنا آسان کام نہیں ہے۔

۶۔ جس طرح متعلقہ عورت کے لیے شوہر کی حق تلفی جائز نہیں ہے اسی طرح عوام کے لیے مستعفی حاکم کی حق تلفی جائز نہیں۔ اسے بقایا مشاہرات وغیرہ ادا کیے جائیں۔

۷۔ اگر مستعفی حاکم استعفیٰ واپس لے کر دوبارہ کام کرنا چاہے تو یہ بہتر ہے بشرطیکہ عوام کی خیر خواہی مقصود ہو۔

۸۔ حاکم اور عوام کے حقوق ایک دوسرے پر مساوی ہیں اختلاف رائے کے وقت اگر دونوں پہلو مساوی نظر آئیں تو حاکم کی رائے کو ترجیح دی جائے۔ کیونکہ حاکم کی فضیلت دوسرے لوگوں پر مسلم ہے۔ (رکوع ۲۸)

۹۔ اگر حاکم عوام کے ساتھ تعلقات کی کشیدگی کے باعث تین دفعہ مستعفی ہو چکا ہو تو پھر اسے انتخاب کرنا درست نہ ہوگا ورنہ یہ عہدہ بچوں کا کھیل بن جائے گا۔

۱۰۔ اگر حاکم کو کسی دوسری جگہ تبدیل کر دیا جائے اور وہاں ایک عرصہ تک ایسا انتظام کر کے دکھائے کہ کوئی شکایت نہ ہونے دیا ہو اسے پہلے عہدہ پر مامور کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

۱۱۔ حاکم کے لیے مستعفی ہوتے وقت، ان اصلاحی کاموں کو خراب کرنا درست نہیں جو اس نے جاری کیے تھے۔

۱۲۔ اگر حاکم کو الگ کرنے پر فتنے کا اندیشہ ہو تو اندرونی طور پر اسے کچھ دے دلا کر استعفیٰ پر راضی کر لینا جائز ہے۔

۱۳۔ اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر عوام پر تسلط قائم رکھنا جائز نہیں ورنہ اس کے نتائج کا حاکم ذمہ دار ہوگا۔ (رکوع ۲۹)

۱۴۔ جس طرح طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ عورت کو دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے سے روکے۔ اسی طرح مستعفی حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ نئے حاکم کے انتخاب میں روڑے اٹکائے۔

نوٹ:- یہاں تک حکومت کی داخلی سیاست کا ذکر تھا آگے اس قانون کا ہے جو حکومت اسلامیہ میں شامل ہونے والے دوسرے لوگوں کے لیے ضروری ہے۔

۱۵۔ جس طرح نوزائیدہ بچے کے حق میں دونوں ماں باپ تربیت کرتے ہیں باپ کما کر لاتا ہے۔ ماں دودھ پلاتی ہے۔ اسی طرح حکومت اسلامیہ میں جو نئے لوگ شامل ہوں گے، ان کی مثال بعینہٖ نوزائیدہ بچے کی سی ہوگی۔ لہٰذا حاکم کا فرض ہے کہ وہ ان میں امن قائم رکھے اور عوام کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو علوم صحیحہ بخوبی سمجھائیں اور ان کے اخلاق کی تربیت کریں۔

۱۶۔ جس طرح مرد کے مرنے کے بعد عورت چند روز تک انتظار کرتی ہے اور اپنے سامان پر گذارہ کرتی ہے۔ اسی طرح جس وقت حاکم نہ رہے اور مسلمان نئے حاکم کی تلاش میں ہوں اس وقت تک سابقہ قانون پر عملدرآمد کرتے رہیں۔

۱۷۔ جس طرح ایام عدت میں دوسرے مرد کی طرف سے عورت کو نکاح کا پیغام دینے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک طرح سے ابھی تک پہلے خاوند کے تعلق میں ہے اسی طرح اگر ایک حاکم کی اپنے عوام سے اَن بن ہو گئی ہے لیکن تعلق پورے طور پر نہیں ٹوٹا تو دوسرے شخص کو حق نہیں ہے کہ وہ حاکم بننے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے ہاں دونوں طرف سے اشارہ جائز ہے (رکوع ۳۰)

۱۸۔ جس طرح عورت کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق جائز ہے اسی طرح حاکم کے منتخب ہونے کے بعد کام شروع کرنے سے پہلے استعفیٰ جائز ہے۔

۱۹۔ جس طرح میاں بیوی کو جدا ہوتے وقت عفو اور فیاضی کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح حاکم کی جدائی کے وقت عفو اور فیاضی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً حاکم نافذ کردہ اصلاحات کو مٹانے کی کوشش نہ کرے اور حاکم کو بھی عزت و احترام سے اس کے واجبات دے کر رخصت کیا جائے۔

۲۰۔ جس طرح ساری نمازوں کی حفاظت ضروری ہے مگر خوف کے وقت پیادہ یا سوار ہوتے کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز ہے ایسے ہی تدبیر منزل اور سیاست مدینہ کے قانون کی حفاظت ضروری ہے مگر مجبوری کی حالت میں جہاں تک ہو سکے عمل کر لیا جائے۔

۲۱۔ جس طرح بیوہ اور مطلقہ عورت پر احسان کرنے کا حکم ہے ایسے ہی حاکم کو چاہیئے کہ عوام پر جتنا ہو سکے احسان کرے اور عوام سے رابطہ مستحکم رکھے محض تاجرانہ معاملہ نہ کرے ورنہ اچھی حکومت قائم نہ رہ سکے گی۔ (رکوع ۳۱)

نوٹ: یہاں تک ملک داری کے قانون ختم ہو گئے۔ ملک گیری اور ملک داری کی تعلیم دینے کے بعد عمل ہونا چاہیئے اس لیے آئندہ عمل کا طریق کار سکھایا جائے گا اور عمل کر کے بھی دکھایا جائے گا۔

بقیہ: حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا

پیدا کیے گئے ہو، اللہ کی رضا جوئی مطلوب ہے تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی اطاعت اولین فرض ہے جس کام میں اخلاص اور اللہ کا خوف نہ ہوگا وہ رائیگاں جائے گا۔ ہر عمل میں مخلصانہ جذبات اور نیت کی صفائی ضروری ہے جن لوگوں کے سامنے رسول اللہ کی حدیث بیان کرو ان کو اعمال حسنہ کی تاکید کرو۔ اور سچائی و دیانت کے فوائد سے آگاہ کرو۔ جو شخص سچ بولتا ہے اور لوگوں کے مال میں خیانت سے اجتناب کرتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کی حفاظت اور اعانت میں رہتا ہے یاد رکھو! اصحاب حدیث کے لیے اصحاب صدق ہونا ضروری ہے۔

وفات

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی صحیح تاریخ کا تو علم نہیں ہو سکا البتہ ان کے جو حالات تاریخ و سیر کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ منورہ میں ہوئی ان کا جنازہ بڑی شان و شوکت سے اٹھایا گیا اور بہت سے صحابہ، تابعین اور ارباب حکومت نے جنازہ میں شرکت کی۔ ان کے شاگردوں کو ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انتہائی رنجیدہ ہوئے اور بعض کو روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ مدینہ کی عورتیں بالخصوص بہت مغموم ہوئیں کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب صحابی عورتیں تیزی سے سفر آخرت اختیار کر رہی تھیں اور ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔

عزمِ حج

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ ۱۷ دسمبر ۷۳ء بروز پیر خیبر میل سے بذریعہ خیبر میل کراچی روانہ ہو رہے ہیں وہاں سے آپ ۲۲ دسمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز عازم حجاز ہوں گے ان کی عدم موجودگی میں انکے صاحبزادے حافظ محمد ارشد الحسینی واہ کینٹ کا درس قرآن اور دیگر معمولات سرانجام دیں گے۔

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از مولانا عبدالرحمٰن صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ ۔

محمد خاص اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خاص) ہیں وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں اور آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔

قارئین کرام! ہم تک جو قرآن و حدیث پہنچا ہے یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جن کی بدولت ہم تک قرآن و حدیث پہنچا ہے جو وحی کے عینی گواہ ہیں ان کو مجروح و مطعون کیا جا رہا ہے اگر صحابہ کرام اپنے مال و جان کو قربان نہ فرماتے تو آج ہم اصلی دین سے محروم ہوتے دراصل صحابہ کرام کو مجروح و مطعون کرنے کا مطلب محض یہ ہے کہ قرآن کا انکار ہو جائے اگر معاذ اللہ صحابہ ایماندار نہیں، ٹھیک نہیں، تو قرآن صحیح نہ ہو گا کیونکہ مقدمہ کے عینی شاہد نیل ہو جائیں تو وہ مقدمہ بھی فیل ہو جاتا ہے بعینہٖ یہی حال ہے قرآن کا اور صحابہ کرام کا باوجود اس بات کے اعدائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت کی بنا پر اصحاب رسولؐ کو کہتے رہتے ہیں مگر دشمنان صحابہ نے اپنے مسلسل گمراہ کن پروپیگنڈے کے سحر باطل سے ان بے خبر مسلمانوں کو بھی مسحور کر رکھا ہے کاش! ہم اس حقیقت کو معلوم کرتے کہ اعدائے دین و دشمنانِ صحابہ کرام انتہائی مکار و عیار ہیں اور محسنینِ امت کے خلاف ان کی کارروائیاں جتنی زیادہ خطرناک ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ فریب کارانہ مکارانہ ہیں دراصل دشمنانِ دین کا سب سے بڑا حربہ تاریخ ہے تاریخ کی آڑ لے کر اعدائے صحابہ کرام پر حملہ آور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے خلاف غلط پروپیگنڈے کئے جاتے ہیں حالانکہ تاریخ کا پایہ سیرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے جب کہ سیرت میں بھی قسم کی روایات ہوتی ہیں صحیح بھی اور غلط بھی۔ لہٰذا تاریخ اور سیرت کو جانے دیجیئے انکی روایات تو اکثر بے سند ہوتی ہیں، حالانکہ احادیث کا یہ حال ہے جنکی سند باضابطہ ہوتی ہے علماء محدثین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام اور احکام کے متعلق حدیث و روایت کرتے ہیں تو سند میں بہت تشدد کرتے ہیں چنانچہ فضائل و مناقب کے مقابلہ میں قدح و ذم میں بھی احادیث وضع کی گئیں جب سیرت و احادیث کا یہ حال ہے تو تاریخی روایات کی کون سی حقیقت ہو گی جن کا آگا نہ پیچھا۔ نسب نہ سند ایسی بات جس کا ماخذ معلوم نہ ہو اس کی سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ و قابلِ اعتماد ہیں یا کہ نہیں تو ایسی خبر کبھی بھی شرف قبولیت پانے کے قابل نہیں اہلِ علم حضرات اسے ٹھکرا دینے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کریں گے اگر معرکہ احد کو بھی سامنے رکھ کر کچھ سوچ لیا جاوے تو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ دیکھئے جنگ احد میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ رضؓ ابن جبیر کی امارت میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ لشکر کی پشت پر متعین فرمایا تاکہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر سکے اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ ہر حال میں اسی جگہ ڈٹے رہیں اور یہاں سے ہرگز نہ ہلیں اور جنگ شروع ہو گئی حضور علیہ السلام نے اور صحابہ کرام نے مشرکین پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور سب بھاگ نکلے۔ جب تیر انداز دستہ نے دیکھا کہ میدان مشرکین سے خالی ہے اور مسلمان فتحیاب ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہماری فتح ہو چکی ہے اس لیے اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ اپنے امیر کے روکنے کے باوجود مورچہ چھوڑ کر میدان کی طرف لپکے اور مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف ہو گئے صرف چند تیر انداز حضرت عبد اللہ ابن جبیرؓ کے ساتھ باقی رہ گئے چنانچہ خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو فوراً پیچھے سے حملہ کر دیا تو فتح شکست میں بدل گئی گھمسان کا رن پڑ گیا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر زخم آیا جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا ایک دانت شہید ہو گیا اور آپکے سر مبارک میں بھی زخم آیا۔ آپ زخم سے خون پونچھ رہے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے تھے۔ کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِیَّہُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَسَرُوْا رَبَاعِیَتَہٗ وَہُوَ یَدْعُوْہُمْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ یعنی اس قوم کو کس طرح ہدایت نصیب ہو گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے گویا کہ آپ نے ان کے لیے ایمان کو مستبعد سمجھا اور ان کی ہلاکت کے لیے بددعا کی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمایا، بہرحال مسلمانوں کی ہنگامی شکست کی اصل وجہ وہی تھی جو تیر انداز دستہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نیز حکم امیر کی نافرمانی ہوئی۔ باوجود اتنے نقصان اور نافرمانی کے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ کرام کے متعلق ایک رکوع میں دو جگہ صاف صاف معافی کا اعلان فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اور وہ تم کو معاف کر چکا ہے اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر۔ اور۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ اور ان کو بخش چکا اللہ۔ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنیوالا۔

اب صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا جن کے سبب سرورِ عالم کو تکلیف آئی آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر میں نے بھی ان کو بالکل معاف کر دیا ہے جو ان سے آپ کا نقصان ہوا ہے آپ بھی معاف فرما دیں صرف معاف ہی نہیں بلکہ ان کو اپنے معاملات میں شریک کریں بلکہ ان سے آپ ہر معاملہ میں مشورہ بھی کیا کریں کیونکہ وہ مخلص ہونے کے باوجود ان سے سرزد ہونے والی غلطی کی معافی کا پروانہ مل گیا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

فَاعْفُ عَنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمْ وَشَاوِرْہُمْ فِی الْاَمْرِ۔ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں۔

اب اس کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس کا قصور کیا وہ تو کر دے معاف اور جن کا کچھ بھی نہیں بگاڑا وہ کیوں نہیں معاف کرتے تو اصل میں۔ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا۔ ان کے دلوں میں نفاق والی مرض ہے جس کو دن بدن اللہ تعالیٰ ترقی دیتا جاتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْہُ بہرحال یوں تو قرآن مجید اول سے لے کر آخر تک فضائل صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا ہے اور اصحابِ رسولؐ کے مناقب و فضائل کا تو ایسی صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں مگر ہم اس موقع پر چند ایسی آیات پیش کریں گے جن سے صحابہ کرام کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہ لوگ یقیناً مومن ہیں ان کے لیے مغفرت اور اعلیٰ نصیب بہشت ہے۔

اس آیت میں اللہ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب رسولؐ کے حقیقی ایمان اور ان کے بخشے جانے اور جنتی ہو جانے کی تصدیق فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی اور کفار سے جہاد بھی کئے پھر پچھلے مہاجرین کی مدد و نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے باعث ان کے کامل ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی پھر جو شیعہ وغیرہ ان کو معاذ اللہ منافق اور کافر گردانتے ہیں قرآن مجید ہی کو تو جھٹلاتے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں اگر کسی بدنصیب کے دل پہ مہر جباریت نہ لگ گئی ہو تو پھر اس رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ صحابہ کرام کے مناقب و فضائل اور ایمان میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) لِلْفُقَرَآءِ الْمُہٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔

واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی نصرت چاہتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو صادق و مصدوق ٹھہرایا ہے، جو اپنے دیار و اموال کو چھوڑ کر صرف خدا کے فضل اور اس کی رضا کی طلب میں جلاوطن ہو گئے کیا وہ اپنی

پاکستان پر امریکی تہذیب و معاشرت کا حملہ

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

امرتسر ٹیلی ویژن کی مذموم مساعی

آج سے دس سال پہلے جمیل جالبی نے ایک کتاب پاکستانی کلچر کے نام سے لکھی تھی۔ اس میں اس نے قوم کو انہی سوالوں کی طرف متوجہ کیا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ پاکستان پر امریکی معاشرت کا بھرپور حملہ ہو چکا ہے مگر حیرت اور رنج اس بات پر ہے کہ ملک میں اس کے متعلق کچھ غم، کچھ سراسیمگی موجود نہیں میں نے جالبی کو لکھا تھا میرے بھائی! یہاں سراسیمہ کون ہو گا۔ عوام کو بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ دولت والے جو ناجائز روپیہ کما رہے ہیں۔ وہ اسے اگر عیاشی اور امریکی مادر پدر آزادی یا "بے پدری" میں نہ خرچ کریں گے تو کہاں کریں گے۔ ان کی دولت اس امریکی وضع کو ترقی دینے میں کیوں صرف نہ ہو گی۔ جس پر ان کا ایمان ہے۔ افسوس یہ کہ ادیب حضرات اس ساری چیز کا (ایک خاص وجہ سے) لطف لے رہے ہیں اور خوش ہیں کہ کچھ دیواریں ڈھائی جا رہی ہیں جو انہیں "مہذب" ثابت کرنے سے روک رہی تھیں۔

ان حالات میں جب امرتسر ٹیلی ویژن پر اس بنیاد پر اعتراض ہوا کہ اس کے ذریعے ہمارا کلچر برباد کیا جا رہا ہے تو بہت سے لوگ ہنس دیے اور یہ بھی برا ہوا، کیونکہ یہ بھی پاکستان کی اس اساس کے بارے میں بے حسی کا اظہار ہے جس کا ذکر تحریک پاکستان میں بار بار ہوا اور وہ ہمارے لیے ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کا ایک مخصوص کلچر موجود ہے جو اسلام کے دیے ہوئے سماجی نظام کا اقتضا ہے۔ مگر گذشتہ چالیس برس ہمارے لکھے پڑھے لوگ اس کی تنقیص کرتے رہے۔ کیونکہ یہ کلچر عوام کے طبقے میں تھا جس سے دولت مند اور پڑھے لکھے لوگ پہلو بچا کر نکل جانا چاہتے تھے اس بنا پر کہ یہ "ماڈرنزم" سے مانوس نہیں۔ اور پرانے دور کا ورثہ ہے، اس کلچر سے کیڑے نکالے گئے۔ اس کی علامتوں کی تضحیک ہوئی اور وہ سب کچھ ہوا جو اس اخلاق و معاشرت کو مٹانے کے لیے کافی تھا جسے پاکستان سے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

جب پنڈت نہرو نے پاکستان کی اس اساس پر حملہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمانوں کا الگ کوئی کلچر نہیں تو علامہ اقبال نے بدلائل ثابت کیا تھا کہ مسلمانوں کا منفرد کلچر اپنی محسوس شکل میں موجود ہے اور اس کا انکار بدیہیات کا انکار ہے مگر یہیں ہمارے سامنے اس کا انکار ہوا اور کہا گیا کہ نہ اسلام کا کوئی کلچر ہے نہ پاکستان کا۔

مقام افسوس ہے کہ علامہ اقبال کی اس واضح سمت نمائی کے باوجود ہم عامۃ المسلمین کے اسالیب حیات کے خلاف نفرت پھیلا کر "ماڈرن" کے سہانے نام سے امریکی کلچر کے غلام ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اب واقعی ہمارے لیے ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ہمارا کلچر کن مصلحتوں میں اور کن شکلوں میں دوسروں سے الگ ہے۔ اور کن بنیادوں پر انفرادیت رکھتا ہے۔ راقم کی نظر میں یہ فقدان دلیل اس ماڈرنزم کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ دولت والوں اور تجدد پسند لکھے پڑھے لوگوں نے اپنے اسلوب حیات اور امریکی اسلوب حیات کے فاصلے اس طرح مٹا دیے ہیں کہ ان میں اسلام کے سماجی، اخلاقی تصورات کا رنگ تقریباً ختم ہو گیا ہے اور اب اس مخصوص کلچر کو امریکی کلچر کا حصہ ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم اصل حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایک مخصوص کلچر اب بھی ہے جو عامۃ المسلمین کا اسلوب حیات ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ امرتسر ٹیلیویژن کے ذریعے اسے بدنام و رسوا کرنے اور برباد کرنے کی مذموم سعی ہونے والی ہے۔ اور ہمیں اس کا مقابلہ امرتسر کی خارجی اور ملک کے اندر کی داخلی، دونوں سطحوں پر کرنا چاہیے۔ امرتسر کو پہلے اور فوراً جواب دیجئے۔ اس کے بعد وقت پر مقامی امرتسریوں سے بھی نمٹیے۔

راقم کی رائے میں وقت آ گیا ہے کہ ہم اس ثقافتی یلغار کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جائیں اور مرض کا فوری اور مستقل دونوں پیمانوں پر علاج کرنے کے لیے سائنٹفک علمی اور محققانہ طریقہ اختیار کریں کیونکہ امرتسر کے منصوبے کی ہر چیز دراصل پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے ہے۔ اور ان کی ہر تجویز کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں اہل پاکستان کے احساسات کمزور کر کے پھر متحدہ ہندوستان کی بنیاد رکھی جائے اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیے اور پوچھنا چاہیے کہ اقبال اور قائداعظم نے پاکستان کے لیے جن ذہنی اور عقائدی بنیادوں کا تذکرہ کیا تھا۔ ان پر ہمیں اب بھی یقین ہے یا نہیں۔ تاکہ اگر یقین نہ ہو تو کوئی اگلا قدم اپنے اندر یقین پیدا کرنے کے بعد اٹھایا جائے۔ اس یقین کے بعد ذوق کی تطہیر اور دولت اندوزوں کی سیاہ کاری کے احتساب کی مہم شروع کی جائے تاکہ امرتسر یا کسی اور منظر سے ابھاری ہوئی شرارتوں کا مرکز ہی ہمارے لیے قابل توجہ نہ رہے اور ہم امرتسر کی فلم اور اس کے ہر منظر کو فوری طور سے پائے استحقار سے ٹھکرا دیں مگر اس کے لیے اپنی جگہ اپنی دلیلوں کو اپنے عمل کے ذریعے مستحکم کر لیا جائے۔

فوری طور سے دو کام نہایت ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اپنے ٹیلی ویژن سے تحریک پاکستان کے محرکات و اسباب پر محققانہ اور دلچسپ تقریروں کا سلسلہ شروع کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہم جارحانہ طور پر قبل از پاکستان ہندو مسلم مسئلے کی نوعیت اور اس کے مختلف مراحل کا اطمینان بخش ذکر کر کے تحریک کے دوران ہندو پوزیشن (تنگ نظری) کا تجزیہ کرتے رہیں اور ان کی نامعقولیت مسلمانوں کے علاوہ خود ہندوؤں اور سکھوں پر بھی واضح کریں۔ خصوصاً تاریخ کی روشنی میں سکھوں پر ہندوؤں کے ذہن کو بے نقاب کریں۔ یہ سلسلہ مستقل ہو اور اس کے لیے بلا امتیاز نظریہ، سب لکھنے والوں سے استفادہ کیا جائے۔ ان تقریروں میں اپنے کلچر کے ان اسالیب کو ابھارا جائے جو منفرد ہیں۔ اور ہمیں اس پر ناز ہے۔ خوش ذوقی خوش ذوقی ہے اس کا کوئی بھی مخالف نہیں مگر خوش ذوقی کا تصور ہمارا اپنا ہونا چاہیے۔

فلم کے میدان میں بڑی اصلاح و تطہیر کی ضرورت ہے۔ میں صدق دل سے یقین رکھتا ہوں کہ موجودہ فلم ہمارے کلچر کی نفی ہے اور یہ ہمارے تہذیبی تمدنی احساسات و روایات کی ہجو سے کسی طرح کم نہیں۔

اس میں ملک کے تہذیبی وقار کے مدنظر اس ذوق کا عکس پیش کیا جائے جسے ہماری صد سالہ تہذیب سے ہم آہنگ سمجھا جا سکتا ہو۔ ہالی وڈ اور پاکستان میں کچھ فرق تو لازم ہے۔ اس لیے فلم سازوں کو روپیہ خرچ کرنا چاہیے تاکہ بہترین مناظر اور بہترین قابلیتیں میسر آئیں اور فلم کے فنی اور تفریحی پہلوؤں کا اضافہ ہو۔ صرف شہوانی نسخے سے کام نہیں چلے گا۔ ہماری شاندار تاریخ کے شاندار ابواب کتابوں میں کسی فلم کار کا انتظار کر رہے ہیں — اگر سہراب مودی ہندوستان میں بیٹھ کر مسلمانوں کی تاریخی فلمیں پیش کر سکتا ہے تو یہاں کے فلم کار

باقی صفحہ ۱۳ پر

اسلام میں صبر کا مقام

مولانا محمد اشفاق صاحب

(۱) شریعت اسلام اور صبر

انسان کے اوصاف حسنہ میں سے ایک عظیم الشان وصف صبر بھی ہے۔ شریعت اسلام نے صبر کو نہایت پسندیدہ وصف بتایا اور اس کی فضیلت کو مختلف انداز سے واضح کیا اور اس شریف خصلت کو اختیار کرنے کی تاکید کی کہ انسان اس خصلت سے ہرگز عاری نہ رہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی سے زیادہ آیات ایسی ہیں جن میں کسی نہ کسی حیثیت سے صبر کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا ہے، صابرین کو کامیابی کی بشارت دی گئی ہے نیز احادیث میں بھی صبر کی غیر معمولی حیثیت واضح کی گئی ہے ان تمام آیات اور احادیث کا احاطہ کرنا تو ایک امر دشوار ہے اور مضمون کی طوالت کا اندیشہ ہے البتہ نمونے کے طور پر چند آیات اور احادیث پیش خدمت ہیں۔

صبر کی تعریف لفظ جمیل سے کی گئی ہے جیسے کہ سورہ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقولہ مذکور ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ جمیل کے معنی اچھے عمدہ اور پسندیدہ کے ہیں پس صبر اس کو کہتے ہیں جس میں تسلیم و رضا کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور اس میں کسی قسم کی مخلوق سے شکایت نہ ہو۔ یہ معنی حدیث سے ثابت ہے چنانچہ امام باقرؒ سے سوال کیا گیا مَا الصَّبْرُ الْجَمِيْلُ ترجمہ: صبر جمیل کیا چیز ہے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا ذالك صبر ليس فيه شكوى الى الناس۔ ترجمہ: یہ وہ صبر ہے کہ اس میں لوگوں سے (خدا کی) شکایت نہیں کی جاتی صبر سے متعلقہ آیات و احادیث کے پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ صبر کا معنی اور مفہوم اور اس کی اقسام بیان کر دی جائیں۔

۲۔ صبر کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کا مفہوم

صبر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز سے رکنا اور باز رہنا یا مجبور ہونا، کسی چیز پر ڈٹ جانا یا اسے برداشت کرنا۔ چنانچہ اس کا صلہ اگر من واقع ہو تو معنی ہے کسی کو کسی چیز سے روکنا اور اگر اس کا صلہ علیٰ وارفع ہو تو معنی ہے کسی کو کسی چیز پر مجبور کرنا اور باز رکھنا۔ جب کسی شخص کو قید میں باندھ کر قتل کیا جائے تو ایسے موقع پر کہا جاتا ہے قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ سے ایک خطبہ میں مروی ہے فَقَتَلُوْا طَائِفَةً صَبْرًا وَطَائِفَةً غَدْرًا یعنی لوگوں نے ایک گروہ (یعنی جماعت) کو مقید و محبوس کر کے قتل کیا اور دوسرے کو حیلہ و بے وفائی سے یہ لفظ کے لغوی معنی ہوتے مگر عام استعمال اور علم اخلاق کی اصطلاح میں صبر کہتے ہیں کسی طرح کی تکلیف کو برداشت کرنا یا مصیبت کو جھیلنا خواہ یہ تکلیفیں اس وجہ سے ہوں کہ انسان کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اور اس کی تمنا پوری نہیں ہوتی اور امیدیں بہرہ ور نہیں ہوتیں یا ان کا سبب یہ کہ زندگی میں بعض ناگوار اور مخالف طبع امور پیش آ جاتے ہیں جن کی برداشت نہیں ہوتی اور بجائے سکون و قرار کے نفس میں اضطراب اور جزع پیدا ہو جاتی ہے مگر کوئی حالت کیوں نہ ہو شریعت اسلامی کا مطالبہ یہی ہے کہ دامن صبر کبھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیے۔

۳۔ صبر کی تین قسمیں ہیں

اوّل۔ مصائب و بلیات پر صبر کرنا یعنی صبر کی قوت سے مصیبت کو جھیلنا اور بلا کو ٹالنا۔

دوم۔ طاعت پر صبر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت پر کمربستہ ہونا اور جو محنت و مشقت اٹھانی پڑے اس کو برداشت کرنا — سوم:۔ ترک گناہ پر صبر کرنا، یعنی گناہ چھوڑنے یا اس سے باز رہنے پر جو تکلیف پیش آئے اس کو برداشت کرنا۔ یہ تین اقسام — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں مروی ہیں گویا یہی اس تقسیم کا ماخذ ہے حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

الصبر ثلثة الصبر عند المصيبة وصبرٌ على الطاعة وصبرٌ عن المعصية۔

ترجمہ: صبر تین قسم کا ہوتا ہے، مصیبت کے وقت صبر کرنا، طاعت کی مشقت پر صبر کرنا اور ترک گناہ پر صبر کرنا۔

بعض احادیث میں صبر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً امام باقرؒ سے روایت ہے:۔

الصبر صبران صبر على البلاء حسن جميل وافضل الصبرين الورع من المحارم۔

ترجمہ: صبر دو طرح کا ہے ایک صبر مصیبت و بلا پر ہوتا ہے یہ اچھا اور عمدہ وصف ہے۔ مگر دونوں قسموں میں افضل صبر یہ ہے کہ حرام چیزوں سے پرہیز کرنا جو قوت انسان کو محارم و حرام چیزوں، اور معاصی (گناہوں) سے روکتی ہے، وہی قوت اس کو عبادت کی مشقت پر صبر کرنا سکھاتی ہے لہذا اس تقسیم سے صبر کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں اور دوسری اور تیسری قسم کو ایک ہی قسم میں داخل کیا گیا۔

۴۔ صبر کی فضیلت میں بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ صابرین دنیا اور دین دونوں میں سربلند ہیں دنیا میں تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معیت ان کی رفیق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات پر فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ سورۃ البقرہ پ ۲ ۱۹/۲ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ (کی مدد) صابرین کے ساتھ ہے۔ اور جو اجر عظیم اور ثواب ان کو آخرت میں ملے گا وہ الگ رہا جس کی کوئی حد اور شمار نہیں چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ زمر ۳۹) بیشک صابرین کو ان کا اجر پورا پورا بے حساب دیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو صبر کا حکم دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حکم ہوا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ سورہ احقاف۔

اے پیغمبر جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے (کفار کی سختیوں پر) صبر کیا تم بھی صبر کیا کرو۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا تو اس طرح ہر مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنی بھی مشقتیں آئیں سب مشقتیں برداشت کرے اور صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑے جس طرح منصب نبوت کے لیے صبر ایک لازمی چیز ہے اس طرح منصب امامت بھی صبر کے بغیر عطا نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ سورہ سجدہ ۲۳/۲۴

اور ہم نے ان میں امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور یہ منصب امامت اس وقت عطا ہوا جب کہ وہ صبر کرتے رہے۔

ایک مقام پر صلوات، رحمت اور ہدایت یہ تینوں وصف صابروں کے لیے مخصوص کئے گئے ہیں، چنانچہ بہر خوف، فقر و فاقہ جان و مال کی تباہی وغیرہ مصائب میں صبر کرنے والوں اور انا للہ کے سوا لب کشائی نہ کرنے والوں کے انجام کے بارے میں قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ سورہ بقرہ ۲/۱۵۲

یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایت خاصہ اور رحمت برستی ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

۵۔ فضیلت صبر اور احادیث

احادیث میں بھی صبر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ دو حدیثیں اوپر ذکر کی جا چکی ہیں۔ تین اور حدیثیں نقل کی جا رہی ہیں۔ جن سے صبر کی عظمت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) الصبر من الايمان بمنزلة الراس الجسد فاذا ذهب الراس ذهب الجسد كذالك اذا ذهب الصبر ذهب الايمان۔

صبر کا رشتہ ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا رشتہ جسم سے، سر جدا ہو گیا جسم بھی ختم ہو گیا، اسی طرح جب صبر ختم ہو گیا تو کامل ایمان بھی چلا گیا۔

۲۔ اَلْجَنَّةُ مَحْفُوْفَةٌ بِالْمَكَارِهِ وَالصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ عَلَى الْمَكَارِهِ فِي الدُّنْيَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَجَهَنَّمُ مَحْفُوْفَةٌ بِاللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ فَمَنْ اَعْطٰى نَفْسَهٗ لَذَّتَهَا وَشَهْوَتَهَا دَخَلَ النَّارَ۔

جنت مکروہات (ناگوار امور) اور صبر کے ساتھ گھری ہوئی ہے جو شخص مکروہات پر صبر کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور دوزخ لذتوں اور نفسانی خواہشوں سے گھری ہوئی ہے جو شخص اپنے نفس کے لیے

باقی صفحہ ۱۴ پر

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورکا

طاق عدد "سات" کی اہمیت

اسلامی نقطۂ نگاہ سے

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ سے فرمایا کہ میں نے طاق عددوں پر غور کیا تو سات سے زیادہ لائق اعتماد کسی دوسرے طاق عدد کو نہیں پایا۔

اَللّٰہُ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ۔ اللہ خود طاق ہے اور وہ طاق عدد ہی کو محبوب رکھتا ہے۔

پھر فرمایا۔ آسمان سات ہیں، زمینیں بھی سات ہیں، راتیں بھی سات ہیں، سیپارے بھی سات، وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ۔ (سورہ مومنون ع ۲ آیت ۱۷) (ترجمہ) اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے (آسمان) بنائے ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ۔ (سورہ طلاق آیت ۱۲)

(ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں بھی بنائی ہیں۔

وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا (سورہ النبا ع ۱ آیت ۱۲) (ترجمہ) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط چنائی چنی (یعنی سات آسمان مضبوط بنائے)۔

وَالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ (سورہ لقمان آیت ۲۷)

سمندر سات ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا سات بار ہے۔ کعبہ کا طواف سات بار ہے۔ حج میں کنکریاں پھینکنا سات بار ہے۔ انسان کی بنیادی تخلیق سات اعضا سے ہے۔ دو کان، دو آنکھیں، ناک کے دو سوراخ، ایک منہ۔ قرآن مجید میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔ سورۃ الحمد کی آیات سات ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ (سورہ الحجر آیت ۸۷)

ترجمہ: اور ہم نے تم کو سات آیتیں وظیفہ کی دی ہیں اور قرآن بڑے درجے کا۔

سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے۔ جہنم کے دروازے سات ہیں۔ جہنم کے نام سات ہیں اور جہنم کے درجے سات ہیں۔ اصحاب کہف سات تھے۔ سات دن کی مسلسل آندھی سے قوم عاد ہلاک کی گئی تھی۔

وَاِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوْعِدُہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ لَہَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ۔ (سورہ الحجر۔ آیت ۴۳)

اور دوزخ ان سب کا وعدہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں۔

لِکُلِّ بَابٍ مِّنْہُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔ پھر ہر دروازہ میں سے ایک فرقہ بانٹا ہوا ہے۔

سات جہنم: حطمہ، جہنم، سعیر، لظیٰ، سقر، جحیم، اور ہاویہ۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُہْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۝ سَخَّرَہَا عَلَیْہِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ (سورہ الحاقہ آیت ۵-۶)

ترجمہ: اور وہ جو عاد تھے سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار چلتی رہی۔

حضرت یوسفؑ جیلخانہ میں سات سال رہے۔ شاہِ مصر نے خواب میں سات گائیں دیکھی تھیں۔ قحط کے سات برس تھے اور ارزانی کے بھی سات سال۔

وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُہُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۝

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو کھا جاتی ہیں۔ سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی ہیں (سوکھی بالیں ہری پر لپٹتی ہیں تاکہ ان کو بھی خشک کر دیں)

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ــــ

ترجمہ: یوسفؑ نے کہا تم سات برس جم کر کھیتی کرو گے۔

پھر اس کے بعد سات سال آئیں گے سختی کے، کھا جائیں گے جو تم نے جمع کر رکھا تھا۔

جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو۔ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (بقرہ آیت ۱۹۵)

نسبتی عورتیں بھی سات حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں۔ حضرت ایوبؑ سات سال دکھ میں رہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت سات برس کی تھی۔ آخری سردی کے دن سات ہیں، تین پھاگن کے اور چار ماہ چیت کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سات طرح کے آدمی شہید ہیں۔ (۱) جہاد میں مارا جانے والا (۲) طاعون سے مرنے والا (۳) سل سے مرنے والا (۴) ڈوبنے والا (۵) جل کر مرنے والا (۶) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (۷) وضع حمل سے مرنے والی عورت۔

حضرت موسیٰؑ کا طول اس زمانہ کے سات گز کے برابر تھا۔ اور آپ کی لاٹھی کی لمبائی بھی سات گز تھی۔ (غنیۃ الطالبین۔ شب قدر کے فضائل از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں اور قرأتیں بھی سات ہیں۔ ہفتہ کے دن بھی سات ہوتے ہیں۔ قوسِ قزح کے رنگ بھی سات ہیں۔ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی مثال بھی سَبْعَ سَنَابِلَ (سات سٹے) سے دی گئی ہے۔

حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تلقین کی جائے۔ اور جب بچہ سات روز کا ہو جائے تو اس کے بال منڈوائے جائیں۔ اور عقیقہ کیا جائے۔

جب کسی کا شجرہ بیان کیا جاتا ہے تو عام طور پر سات پشتوں تک گنا جاتا ہے۔ فارسی میں بھی ہفت کا عدد مشہور ہے ہفت اقلیم (سات ولائتیں) تعبیرات میں بھی ہفت منزلہ مکان مشہور ہے۔

ثریا بھی سات ستاروں کا جھمکا ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز میں بھی سات رکعتیں ہوتی ہیں۔ تین فرض، دو سنت اور دو نفل۔

کسی برتن میں اگر کتا منہ ڈالے تو اسے بھی سات دفعہ دھویا جاتا ہے۔ نماز کی تسبیحات میں کلمات کو سات دفعہ بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔

الغرض سات کے عدد میں بے شمار احکام اسلامی مسنون ہیں۔

بقیہ: امریکی تہذیب و معاشرت

کیوں نہیں کر سکتے۔

فلموں میں اسلامی تہذیب و مذہب کی علامتوں کی تضحیک بند کر دینی چاہیے ورنہ یہ کہا جائے گا کہ امرتسر سٹیشن والا اگر کسی داڑھی والے سے قبیح حرکات کرا کر اسلامی علامتوں کی تضحیک کرتا ہے تو پاکستان والا اس سے کس طرح کم ہے کہ وہ یہاں وہی کچھ کر رہا ہے جو امرتسر والا کرتا ہے میں عرض کروں گا کہ اس مماثلت کے ہر امکان کو ختم کرنا لازم ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں امرتسر کے بھوت کو کچلنے کے لیے ہمہ تن سرگرم ہونا چاہیے لیکن اس کے لیے ایمان اور پاکستانی معتقدات میں گہرے ایقان کی ضرورت ہے۔ اور ایک طویل مہم کی بھی ــ جو بچے بچے کو پاکستان کی اساس، ان کی ناگزیر ضرورت اور اس کی بقا کی تہذیبی شرائط سے آگاہ کرے ــ تب جا کر امرتسر ٹی وی کا مقابلہ ہو گا۔ آغاز اس مہم کا ابھی سے کر دیا جائے۔ پھر آہستہ آہستہ اسے بڑھا کر استحکام پاکستان کی ایک نئی فکری تہذیبی تحریک بنا دیا جائے

بقیہ: اسلام میں صبر کا مقام

اس کی لذت وخواہش (کے سامان) مہیا کرتا ہے وہ دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

۳: حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-
مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ ۔
جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری نعمتوں پر شکر ادا نہ کرے اور میری نازل کی ہوئی (مصیبت پر صبر نہ کرے اسے کو چاہیئے کہ میرے سوا کسی اور پروردگار کو تلاش کرے۔

۴: کامیابی ہمیشہ صبر کی بدولت ہوتی ہے

اس میں کلام نہیں کہ جو کام بھی ہو خواہ وہ دنیا سے تعلق رکھتا ہو یا دین سے ۔ صبر واستقامت کی بدولت کامیابی ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے ۔ اَلصَّبْرُ مِعَ الْفَرَج ۔ صبر کشائش اور کامیابی کی کنجی ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ یعنی اللہ کی مدد کامیابی صبر کے ساتھ ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ استقلال اور محنت وصبر کے ساتھ بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے ۔ بے صبری بے استقلالی اور سستی وکاہلی سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔

کلید در گنج مقصود صبر است
در بستہ اگر کس بہ بجستو صبر است
چہ خار آتے کوہ و دریا ہے گردوں
باسے کہ ہرگز ظفر ہو و صبر است

پروفیسر ہکسلی کا یہ قول نہایت صحیح ہے کہ حکماء نے جو بڑے بڑے کام کیے ہیں وہ محض ان کی عقل وذکاوت کا ثمرہ نہیں ہیں بلکہ زیادہ تر اس بات کا ثمرہ ہیں کہ مذہبی جوش نے جو ان کی طبیعتوں میں نمایاں طور پر پایا جاتا تھا ان کی عقلوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا ۔ علمی حقائق زیادہ تر ان کے صبر، ان کی محنت، ان کی راست بازی اور ان کی نفس کشی کی بدولت منکشف ہوئے ہیں نہ کہ ان کی منطق ذکاوت کی بدولت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ۔ ؎

نابردہ رنج گنج میسر نمے شود
مزد آں گرفت جاں برادر کہ کار کرد

اور اس بارہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا کلام بلاغت نظام آب زر سے لکھنے کے قابل ہے آپ فرماتے ہیں ۔

تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَیْلًا
یَغُوْضُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِیْ

ترجمہ: یعنی تو عزت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور پھر رات بھر سوتا ہے (یہ ٹھیک نہیں) جو شخص موتیوں کا طالب ہوتا ہے وہ سمندر میں غوطہ لگاتا ہے ۔

۷: صبر کے متعلق ایک غلطی کا ازالہ

صبر کے متعلق بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صبر اس وقت معتبر ہوگا کہ مصیبت وبلا نفس کو مطلق ناگوار اور مکروہ معلوم نہ ہو یا کم از کم اتنا ضبط کیا جائے کہ آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں مگر یہ خیال باطل ہے کیونکہ ایسا کرنا انسان کے اختیار سے باہر اور مقتضیٰ فطرت کے بھی خلاف ہے ۔ بیماری فقر وفاقہ، تنگی معاش، عزیزوں کی جدائی، دوستوں کی موت اور اسی قسم کے دیگر حوادثات ہر شخص کے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کرتے ہیں اور نفس کو یقیناً ناگوار معلوم ہوتے ہیں ۔ البتہ انسان جب صبر اختیار کر لیتا ہے تو مصیبت کی شدت کم محسوس ہوتی ہے اور وہ اس کو بآسانی برداشت کر لیتا ہے (جیسے کسی نے خوب کہا ہے) ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں

۸: مصائب پر غالب آنے کا علاج

کلام مجید نے مصیبتوں پر غالب آنے کا ایک عملی علاج بتایا ہے جو ہمیشہ کارگر ثابت ہوتا رہا ہے ۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ سورہ بقرہ ۲/۱۴۸

اے لوگو ! جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے (مصیبت کے برداشت کرنے میں) مدد لو ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ محض صبر کی عادت ڈال لینے سے مصائب پر پورا غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ دعا وصلوٰۃ کے ذریعے رجوع الی اللہ کی بھی ضرورت ہے ۔ کامل صبر جس کا نتیجہ قلبی سکون اور دل کا اطمینان ہے ذکر الٰہی کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جس کی توضیح دوسرے مقام پر قرآن مجید میں کی گئی ہے جیسے ارشاد ربانی ہے ۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ رعد ۲/۲۸)

خبردار (سن رکھو) اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔

بقیہ: اصحابِ رسولؐ

بستیاں اور اپنے املاک ومال چھوڑ کر تہی دست ہو کر صرف خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ میں نہیں جا بسے تھے کیا رسول پاکؐ کی نصرت وامداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرمایا ہے ۔ اب قارئین کرام ہی خود فیصلہ فرمائیں کہ صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی مل سکتا ہے لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ نہ منافق تھے نہ خائن وغیرہ وغیرہ۔

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔

جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے ۔

اس آیت میں بھی مہاجرین صحابہ کی پوری پوری شناخت کا ذکر موجود ہے کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کسی ڈکیتی یا چوری وغیرہ کے جرم میں گھروں سے نکالے گئے تھے ہرگز نہیں ۔ بلکہ یہ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ والا ہی جرم تھا ۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔

اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو لوگ نیکی میں ان کے تابع ہوئے خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لیے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے ۔ یہ بڑی کامیابی ہے اس آیت میں بھی صحابہ کے مراتب کا ذکر ہے خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا ہے ۔ مدارج میں پہلے مہاجرین پھر انصار بعدہٗ تابعین گویا کہ اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے ۔ مہاجر وانصار مومن اور جنتی ہیں ۔ اب ان کے بعد آنیوالے اگر مہاجرین وانصار کے نقش قدم پر چلیں گے تو وہ بھی جنتی اور ایماندار ہوں گے ورنہ نہیں یا الفاظ دیگر مہاجرین وانصار کا قول وفعل ہمارے لیے مشعل راہ ہے جو شخص صحابہ کے راستہ کو چھوڑ دے گا اور ان کے ساتھ عداوت رکھے گا تو وہ گمراہی کے جنگل میں بھٹکتا پھرے گا کبھی بھی ہدایت نہیں پائے گا جس کا نتیجہ جہنم ہوگا یعنی بغض صحابہ دخول جہنم کا سبب ہے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ ۔ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس صحابی کی بھی اقتدا کرو گے ضرور ہی ہدایت پا جاؤ گے تو زبان وحی ترجمان سے معلوم ہوا کہ اصحابؓ رسولؐ یقیناً معیار حق ہیں اسی لیے تو آپ نے فرمایا ہے :-

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا ۔ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ ۔

اے لوگو ! اللہ سے ڈرنا ۔ اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے حق میں کہیں ان کو ہدف بنا کر اپنی قلم اور زبان کے تیر نہ چلاتے رہنا جو بندہ میرے صحابہ سے پیار ومحبت رکھے گا میرے سبب سے محبت کرے گا اور جو شخص میرے صحابہؓ سے عداوت وبغض رکھے گا وہ میرے سبب سے بغض رکھے گا ۔ گویا اس حدیث میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ نے واضح کر کے فرمایا کہ میرے صحابہ سے محبت میری محبت میرے صحابہ سے بغض بعینہٖ مجھ سے بغض ہے جو لوگ صحابہ کرام کو ہدف تنقید بناتے ہیں خدا جانے وہ عند اللہ کیا جواب دہ ہوں گے اسی طرح احادیث رسولؐ میں بھی یہ مضمون تفصیل طلب ہے بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر اور ضد جیسی مرض سے نجات دے کیونکہ تکبر اور ضد ہی بڑے بڑے لوگوں کو تباہ کر دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ حب صحابہؓ عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلائے ۔ (آمین)

کلام پاک کے بارے میں مفید معلومات

۱۔ کلام پاک میں کل تیس پارے ہیں ۔
۲۔ سات منزلیں ہیں ۔ ۳۔ ۱۱۴ سورتیں ہیں ۔
۴۔ ۵۴۰ رکوع ہیں ۔ ۵۔ ۶۶۶۶ آیات ہیں ۔
۶۔ ۸۶۴۳۰ کلمات ہیں ۔ ۷۔ ۳۲۳۶۷۰ حروف ہیں ۔

بچوں کا صفحہ

قرآنِ مجید کی شان

شہنشاہِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا متبرک نام "قرآن مجید" ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن کا معنی ہی یہی ہے یعنی بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب۔ دنیا میں موجود تمام کتابوں میں صرف یہی ایک کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف، ایک ایک نقطہ صدیاں گزرنے کے باوجود اپنی جگہ پر موجود ہے اور قیامت تک اس میں کوئی ردّ و بدل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ نے خود لے رکھی ہے۔ دنیا میں یہ واحد کتاب ہے جو لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اس کتاب نے ملکوں اور قوموں کو جہالت سے نکالا، علم سے بہرہ ور کیا۔ اس کتاب نے زبردست دلائل سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کو ثابت کیا۔ اس کی ادبی خوبیاں کے مطابق آج تک کوئی ادیب، فلسفی، دانشمند اور خدائی کا دعوےٰ کرنے والا ایک سطر بھی بنا کر نہ دکھا سکا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں یہ چیلنج دے رکھا ہے۔ اس کے باوجود آج تک کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ پوری سورت تو کیا ایک سطر بھی لکھ سکے۔ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان نہایت اعلیٰ ہے۔ الفاظ لفظی اور معنوی اعتبار سے بہت بلند اور ادبی عیوب سے بالکل پاک ہیں۔

قرآن مجید کا ایک مترجم "جارج سیل" لکھتا ہے "کہ قرآن بے شک عربی زبان کی سب سے بہترین اور مستند کتاب ہے۔ کوئی شخص اس طرح کی لاثانی عبارت تحریر نہیں کر سکتا۔"

کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب "الاسلام" میں لکھتا ہے "قرآن کا بے عیب و لاثانی کلام دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

نامور فرانسیسی فاضل ادجین کلاغل لکھتا ہے کہ "قرآن کے احکام انسانی زندگی کے لیے ہر حالت میں بہترین ہیں۔"

ریورنڈ میکسویل اپنے لیکچر میں کہتا ہے "قرآن الہامات کا مجموعہ ہے۔"

ایلمیکی بولف جو کہ جرمن کا نامور فاضل ہے لکھتا ہے "قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکبازی کی ایسی تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ امراض کے جراثیم سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہاں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے اور شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جس گھر میں تلاوت نہیں کی جاتی وہاں تنگی اور بے برکتی آ جاتی ہے اور شیطان گھس آتا ہے۔ بعض لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہ ہے جہاں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت نماز کے بغیر تلاوت سے افضل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھے اسے سو نیکیاں ملیں گی۔ جو بیٹھ کر پڑھے اسے پچاس، جس نے بغیر نماز کے پڑھا اسے پچیس، جس نے بلا وضو پڑھا اسے دس اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اسے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ جو شخص جہاں تلاوت کرتا ہے وہ جگہ برکات سے معمور رہتی ہے۔ کلام الٰہی کو دوسرے کلاموں پر وہی فوقیت حاصل ہے جو اللہ تعالےٰ کو مخلوق پر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے قرآن پڑھا، حفظ کیا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا — تو حق تعالےٰ اسے اور اس کے گھرانے میں سے دس ایسے آدمیوں کو جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہے شفاعت فرما دے گا۔

عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں "قرآن مجید" کا کوئی بھی حصہ محفوظ نہ ہو اس کی مثال "ویران گھر" کی سی ہے۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ! اگر تم صبح جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لو تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے رہا کرو۔ مجھے ذات پاک کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے۔ یعنی اگر آدمی جانور کی حفاظت سے غافل ہو جائے تو وہ رسی چھڑا کر بھاگ جاتا ہے۔ اسی طرح کلام اللہ پاک کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا۔ حقیقت میں یہ قرآن مجید کا کرشمہ ہے کہ ہمیں کلام اللہ حفظ ہو جاتا ہے — ورنہ اس سے تہائی کتاب بھی یاد کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی بڑا گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن پڑھ کر بھلا دے۔ ایسا شخص قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ اور جو شخص قرآن مجید دکھاوے کے لیے پڑھے۔ قیامت کے روز وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا۔ جس پر گوشت نہ ہوگا۔

جو شخص علم کے ذریعے دنیا کماتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جائے گا لیکن چہرے کو صاف کرنا مشکل ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کے لیے کھولتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ یعنی یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے کا ورد جاری ہو جاتا۔

دس نیک خصلتیں

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ کتے میں دس خصلتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہر مومن کو اپنے میں پیدا کرنی چاہئیں:۔

۱۔ یہ کہ اکثر بھوکا رہتا ہے اور یہ شیوہ صالحین کا ہے۔
۲۔ اس کا کوئی خاص مکان نہیں ہوتا اور یہ اہل توکل کی نشانی ہے۔
۳۔ یہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ محبین کی صفت ہے۔
۴۔ یہ جس وقت مر جاتا ہے اس کا کچھ ورثہ نہیں ہوتا۔ یہ صفت زاہد لوگوں کی ہے۔
۵۔ یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا اگرچہ وہ اس پر ظلم کرے یا ستائے۔ یہ صفت صادق مریدوں کی ہے۔
۶۔ یہ تھوڑی سی جگہ پر خوش ہو جاتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ یہ صفت متواضعین کی ہے۔
۷۔ جب اس کی جگہ پر اور کوئی قابض ہو جاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ علامت متوکلین کی ہے۔
۸۔ جب اسے کوئی مارے یا نکالے تو چلا جاتا ہے اور پھر ذرا سا ٹکڑا ڈال دیا جائے تو فوراً واپس آ جاتا ہے اور گزشتہ واقعہ کا کچھ دھیان دل میں نہیں رکھتا۔ یہ علامت خاشعین کی ہے۔
۹۔ جس وقت کھانا سامنے رکھا ہو تو وہ دور بیٹھا دیکھتا ہے۔ یہ علامت مساکین کی ہے۔
۱۰۔ جس جگہ کو چھوڑ دیتا ہے اسے پھر کبھی نہیں دیکھتا۔ یہ علامت غمزدوں کی ہے۔

(قاری عبدالکریم ملسوی)

مشرق وسطیٰ کے پریشان کن حالات

انجمن اقوام متحدہ کے سامنے کم و بیش ربع صدی سے مشرق وسطیٰ میں قیام امن کا مسئلہ درپیش ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس مدت میں کتنا خون رائیگاں بہ چکا ہے اور برابر بہہ رہا ہے کتنے خاندان تباہ ہو چکے ہیں، کتنی آبادیاں اجڑ چکی ہیں اور حق و انصاف کا گلا کتنی بار گھونٹا جا چکا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ وہاں قیام امن کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی دنیا بھر کو معلوم ہے کہ یہودی دو ہزار سال بیشتر رومیوں کے عہد تسلط میں فلسطین سے نکل چکے تھے یا نکالے جا چکے تھے سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد برطانیہ نے اپنے سامراجی مقاصد کی خاطر انہیں فلسطین لانے کا [illegible] اور مشرق وسطیٰ کے امن و راحت کی فضا میں فتنوں کی بجلیاں کوندنے کا آغاز ہوا۔ ان بجلیوں نے غریب عربوں کو تاخت و تاراج کا تختۂ مشق بنایا جو نہ یہودیوں کو نکالنے کے ذمہ دار تھے نہ انہیں کسی بھی صورت میں کسی جرم کا مرتکب ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ برطانیہ کے سامراج کی صف لپیٹی گئی۔ وہ اپنے خوفناک گناہوں کی پاداش میں ایک ایک جگہ سے نکالا گیا یا نکل جانے پر مجبور ہوا۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں جمہوریہ امریکہ یہودیوں کی سرپرست بن گئی۔ اور فلسطین کے چھوٹے سے علاقہ میں یہودیوں کے لیے اسرائیل کے نام سے ایک مستقل حکومت قائم کر دی گئی جس کی وجہ سے لاکھوں عرب، صدیوں کے گھر بار چھوڑ کر بے گھر بننے پر مجبور ہوئے یہ ہولناک مصیبت عربوں پر نازل کرانے کی

سمجھ میں نہیں آتا کہ صلح و امن کی یہ عجیب و غریب کوششیں عربوں کو نیز انجمن اقوام متحدہ کو کہاں پہنچا کر دم لیں گی،

ذمہ دار انجمن اقوام متحدہ تھی جس کی بنیاد دنیا میں قیام امن کے لیے رکھی گئی تھی۔ کیا مشرق وسطیٰ میں اس انجمن کے لیے جائز ہے کہ امن قائم کرنے کی جگہ فتنوں کے کھل کھیلنے کا تماشا دیکھتی رہے

جمہوریہ امریکہ انجمن اقوام متحدہ کی بنیاد رکھنے میں پیش پیش تھا اور برطانیہ، روس، فرانس اور چین کے ساتھ اسی انجمن کے بنیادی ممبروں میں سے ایک ہے۔

آپ خود غور فرمائیں کہ امریکہ کے لیے اقوام متحدہ کی تاسیسی رکنیت اسرائیل کے تعلق میں کیا حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ جو صریح اسرائیل کی جانبداری کی دستاویز ہے اور فوجی امداد کے سلسلہ میں لبنان شامل ہے جس پر اسرائیل کے چھاپے تقریباً روزانہ پڑتے رہتے ہیں۔ اور دولت سعودیہ بھی شامل ہے۔ جس کے سربراہ کی طرف سے مصر کے موقف کی کھلی تائید ہو چکی ہے اردن بھی شامل ہے جس کا خاصہ علاقہ سنہ ۱۹۶۷ء سے اسرائیل کے زیر تصرف ہے اور جہاں آئے دن مجاہدین فلسطین کے خلاف زور و قوت کی نمائش نہایت الم انگیز صورت میں سامنے آ رہی ہے، مراکش بھی شامل ہے جہاں بادشاہ کے خلاف ایک خونریز مظاہرہ ہو چکا ہے۔

یہ جمہوریہ امریکہ کی پالیسی کے گوناگوں مناظر ہیں جن پر غور و فکر سوچنے والے دماغ کو ایسے چکر میں ڈال دیتا ہے کہ اس سے نجات حاصل کر لینا سہل نہیں۔ اس کو امریکہ کم از کم مشرق وسطیٰ کے سلسلہ میں انجمن اقوام متحدہ کے مقاصد صلح و امن کی پیش برد سمجھتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ صلح و امن کی یہ عجیب و غریب کوششیں عربوں کو نیز انجمن اقوام متحدہ کو کہاں پہنچا کر دم لیں گی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے مقاصد امن و صلح کا معاملہ ابھی تک ایسی صورت اختیار نہیں کر سکا جسے کسی بھی نقطۂ نگاہ سے اطمینان بخش قرار دیا جا سکے تاہم قوموں کی زندگی میں ایسے دور بھی آ جاتے ہیں جن کی پیچیدگیاں قدم قدم پر صد درجہ پریشان کن ثابت ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کل کیا ہو گا۔ غریب عرب ربع صدی سے اس انتظار میں ہیں کہ اطمینان کے ساتھ داخلی اصلاح کا معاملہ جلد سے جلد تکمیل پر پہنچا سکیں۔ خدا جانے ان کے اس خواب کی تعبیر کب بروئے کار آئے گی میں اتنا جانتا ہوں کہ جو بت نیزوں بلکہ دشمنوں کے بل پر قوموں اور ملکوں کے لیے لعنت کا سرچشمہ بنے ہوئے ہیں ان کا گرنا اور ریزہ ریزہ ہونا رک نہیں سکتا۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں وہ ضرور ٹوٹیں گے جیسا کہ وہ ہمیشہ ٹوٹتے ہیں اور تاریخ کے صفحات پر اس حقیقت کی شہادتیں جا بجا بکھری ہوئی ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ آنکھوں والوں نے ان سے کبھی عبرت حاصل نہ کی وہی کیا جو انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا جب مکافات عمل کا وقت آیا تو سابقہ شہادتوں میں کسی شہادتوں کا اضافہ ہو گیا۔

جمہوریہ امریکہ بہت بڑی قوت ہے لیکن وہ ایسے راستہ پر لگ گئی ہے جو اس کے لیے ہر اعتبار سے تباہ کن ہے۔ عظمت کا پیمانہ ہلاکت بار قوت کی وسعت نہیں عظمت کا پیمانہ خلائق کی خدمت و ہمدردی، حق و انصاف کی نگہداشت اور رعایت نیز مظلوموں کی پاسداری ہے۔ ظلم و استبداد کا انسداد ہر حال میں ہونا چاہیئے خواہ اس کا مصدر کوئی ہو کیا جمہوریہ امریکہ کو معلوم نہیں کہ آج روئے زمین پر بدامنی کے جتنے مرکز ہیں ان سب کی ذمہ داری کس پر ہے

سلام اُس پر کیا نازل خدا نے جس پہ قرآں کو

جناب کوثر اعجاز صاحب، بی اے

سلام اس پر کیا نازل خدا نے جس پہ قرآں کو
سلام اس پر کیا مضبوط و محکم جس نے ایماں کو

سلام اس پر کہ جو نشتر بہ شریانِ ضلالت تھا
جو ظلمت پوش راہوں کے لیے نورِ ہدایت تھا

سلام اس پر کہ جس نے درسگاہیں کھول دیں فن کی
جہالت کے سیہ خانہ میں شمعِ علم روشن کی

سلام اس پر مٹایا فرق رنگ و نسل کا جس نے
نہ کر سکتا تھا جو سارا زمانہ وہ کیا جس نے

سلام اس پر کہ بے پایاں تھا اعدا پہ کرم جس کا
سلام اس پر زباں کفار کی بھرتی تھی دم جس کا

سلام اس پر بدل ڈالا یتیموں کا چلن جس نے
ربابِ بے صدا کو کر کے چھوڑا نغمہ زن جس نے

سلام اس پر کہ تھا مفلس نوازی میں جو لاثانی
سمجھتا تھا جو اپنا فرض بے کس کی نگہبانی

سلام اس پر کیا مسمار جس نے قصرِ باطل کو
کیا آراستہ گلہائے حق سے خانۂ دل کو

سلام اس پر کہ کی تلقین جس نے فکرِ فردا کی
ہوئی ہمتابِ انجم جس کے دم سے قسمت خاکی

سلام اس پر نہ ٹھہرا سامنے جس کے عدو کوئی
ٹھہر سکتا ہے کیا سیلِ رواں کے روبرو کوئی

سلام اس پر کہ ہم جس کی ستائش کر نہیں سکتے
زمیں پر چاند کو لانے کی کوشش کر نہیں سکتے